احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جولائی 2015ء

درجۂ صالحین میں شمولیت کی شرائط

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

معرفتِ گناہ اور درجاتِ توبہ

رمضان المبارک

روحانی و معاشرتی اثرات اور تاریخی ایام

سانحہ ماڈل ٹاؤن: حکومتی جے آئی ٹی کی رپورٹ کے خلاف

ملک گیر احتجاج

ہمارا عزم، ہمارا کام — تعلیم، صحت، فلاحِ عام

آپکی زکوٰۃ

غریبوں اور محتاجوں کی زندگی بدل سکتی ہے

MWF

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے جاری منصوبہ جات

- آغوش (Orphan Care Home)
- اجتماعی شادیاں (989)
- 45 شہروں میں ایمبولینس سروس
- فراہمی آب کے منصوبہ جات
- بیت المال کے ذریعے غریبوں کی مالی امداد
- متاثرین تھرپارکر کی بحالی

منہاج کالج برائے خواتین (خانیوال) کی تعمیر

آیئے اس کارِ خیر میں حصّہ ڈالیے

آپ اپنی زکوٰۃ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے

فریڈم اکاؤنٹ نمبر **01977900163103** حبیب بینک لمیٹڈ (فیصل ٹاؤن برانچ، لاہور)

میں بذریعہ آن لائن، چیک یا ڈرافٹ جمع کرا سکتے ہیں۔

رابطہ: **منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن** 366۔ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 0092-42-35168365 فیکس: 0092-42-35168184 e-mail:info@welfare.org.pk www.welfare.org.pk

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

جلد 29 شمارہ 7 / رمضان / شوال ۱۴۳۶ھ / جولائی 2015ء

www.facebook.com/minhajulquran
www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، شیخ زاہد فیاض
جی ایم ملک، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، قاضی فیض الاسلام، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

حسن ترتیب

اداریہ۔ انصاف کے حصول تک جدوجہد جاری رہے گی!		4
(القرآن)۔ درجۂ صالحین میں شمولیت کی شرائط	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	6
(الفقہ)۔ وقتِ سحری اور وقت افطار	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	14
معرفتِ گناہ اور درجاتِ توبہ	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	17
رمضان المبارک۔۔ روحانی ومعاشرتی اثرات اور تاریخی ایام	پروفیسر محمد الیاس اعظمی	27
حضرت فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ	ریاض حسین چودھری	37
سانحہ ماڈل ٹاؤن: حکومتی جے آئی ٹی کی رپورٹ کے خلاف ملک گیر احتجاج اور شہداء کی پہلی برسی کے موقع پر مرکزی تقریب	رپورٹ: محمد یوسف منہاجین	42
خصوصی ہدایات برائے معتکفین شہر اعتکاف 2015ء		54

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ زرتعاون: 250 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

صدائے بے نوا ہے اور میں ہوں

(ڈاکٹر علی اکبر الازہری)

مدینہ طیبہ کی حالیہ حاضری کے پہلے دن 20 اپریل کی شام بند چھتریوں کے نیچے ڈھلتی شام
کے خوبصورت منظر میں کہے گئے اشعار

عطائے کبریا ہے اور میں ہوں
تہی دامن، نہیں دامن کسی کا
''دیارِ مصطفیٰ ﷺ ہے اور میں ہوں''
کرم کی انتہاء ہے اور میں ہوں

الٰہی ہے تیری شانِ کریمی
مدینے کا تصور ہے عبادت
درِ خیر الوریٰ ﷺ ہے اور میں ہوں
صباء، خوشبو، گھٹا ہے اور میں ہوں

چراغاں ہی چراغاں ہر طرف ہے
کرم کی اک نظر مجھ پر ہو آقا
مدینہ کی فضاء ہے اور میں ہوں
صدائے بے نوا ہے اور میں ہوں

طلب بارِ دگر مجھ کو کیا ہے
اشک آنکھوں سے بہتے جارہے ہیں
نوازش ہے عطا ہے اور میں ہوں
لب حرفِ دعا ہے اور میں ہوں

مشام جاں معطر ہو رہے ہیں
فضاء ہے مسجد نبوی کی دلکش
نکہت کی یہ فضاء ہے اور میں ہوں
تجلی جا بہ جا ہے اور میں ہوں

ملائک جس درِ اقدس کو ترسیں
مجھے رنج و الم سے خوف کیوں ہو؟
وہ در ان کا کھلا ہے اور میں ہوں
تیری چاہت ردا ہے اور میں ہوں

سنہری جالیوں کے سامنے ہوں
مجھ عاصی کی ہے کیا اوقات یارو!
یہ منظر دلربا ہے اور میں ہوں
چراغِ التجا ہے اور میں ہوں

انصاف کے حصول تک جدوجہد جاری رہے گی!

☆ 17 جون: سانحہ ماڈل ٹاؤن کو ایک سال بیت چکا مگر شہداء کے ورثاء ابھی انصاف کی تلاش میں ہیں۔ انصاف کی تلاش میں نکلنے والوں سے بھی ظالم حکمرانوں نے ایسا ناروا سلوک کیا کہ ظلم کی نئی داستانیں رقم ہوگئیں۔ اللہ رب العزت کی طرف سے جب کسی شخص کو اس کے نامہ اعمال کی وجہ سے گرفت میں لئے جانے کا وقت آپہنچے تو اس کا آغاز اس عمل سے ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں مزید بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کی عقل پر پردے پڑجاتے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد جو کچھ حکمرانوں نے پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان سے کیا اور جس کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے اس کی ایک واضح مثال ہے۔ ان شہداء کے لئے فاتحہ خوانی پر آنے والوں کو بھی حکومتی گماشتوں نے ملک کے طول و عرض میں قید و بند سے دوچار کیا اور پولیس گردی کے ہاتھوں کئی اموات بھی ہوئیں۔ بعد ازاں انقلاب مارچ کی قیادت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کی قیادت میں لاکھوں لوگوں نے اسلام آباد کا رخ کیا اور جائز مطالبات کے لئے مسلسل 70 دن تک تاریخ کے طویل ترین دھرنے کے ذریعے احتجاج کیا۔ اس دوران بھی حکومتی و ریاستی دہشت گردی تاریخ کا ایک سیاہ باب بن چکی ہے۔

ظالم کی فطرت ایک جیسی ہوتی ہے خواہ وہ حکومت میں ہو یا اپوزیشن میں۔ نہتے و پرامن عوام کے جائز مطالبات ماننے کی بجائے عوام دشمن سیاسی و مذہبی قیادت پارلیمان میں یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے اقتدار کے دسترخوان پر ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوگئی اور ملک کے 18 کروڑ عوام کے مقدر کو مزید تاریکیوں میں ڈبوئے رکھنے کا عزم کیا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران حکومت کی ظالمانہ کاروائیوں کی قلعی تو جوڈیشل کمیشن باقر نجفی نے بھی کھول دی مگر تاحال اس رپورٹ کو منظر عام پر نہیں لایا جارہا۔ حالیہ مہینوں میں JiT کی سیاسی خودغرضی اور جھوٹ میں لتھڑی ہوئی رپورٹ آئی جس میں یکطرفہ طور پر بیانات قلمبند کرکے پاکستان میں موجود عدلیہ اور انصاف کا جنازہ نکالا گیا۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے شہداء کی پہلی برسی کی مرکزی تقریب میں کارکنان کی ہمت اور جوانمردی کو سراہا اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے مجرمین کو قرار واقعی سزا نہ ملنے تک جدوجہد جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے شہداء کے ورثاء و لواحقین کو بھی خراج تحسین پیش کیا کہ تمام تر حکومتی ہتھکنڈوں کے باوجود نہ ان کو ڈرایا جاسکا اور نہ ہی ان کو خریدا جاسکا اور وہ آج بھی شہداء کے قصاص کے مطالبہ پر قائم ہیں۔ پاکستان عوامی تحریک عوام کے حقوق کی بحالی اور آئین و قانون کی بالادستی کیلئے جنگ جاری رکھے گی۔ یوم شہداء میں شریک ہزاروں مرد و خواتین نے عہد کیا کہ شہداء کا خون رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔ آج نہیں تو کل ظلم و جبر اور رشوت و کرپشن سے وجود میں آنے والی یہ حکومت ختم ہوجائے گی پھر ان کی JiT بھی ان کو نہیں بچاسکے گی اور نہ مفاداتی سیاست ان کو تحفظ فراہم کرسکے گی۔

☆ حالیہ مالی سال کے ''عوام دوست'' بجٹ نے غریب عوام کا جینا مزید حرام کردیا ہے۔ تمام ضروری اشیاء پر ٹیکس لگادیا گیا ہے جس کے فوراً بعد مہنگائی کا نیا طوفان امڈ آیا ہے۔ گذشتہ سال کے بجٹ کی طرح موجودہ بجٹ بھی IMF کے قرضوں پر بنایا گیا۔ حکمرانوں نے تعلیم، صحت، بلدیاتی انتخابات اور انصاف کی بجائے سڑکوں، پلوں پر قیمتی وسائل خرچ کرنے کی منصوبہ بندی کررکھی ہے۔ سڑکوں، سیمنٹ اور سریے کے استعمال سے قومیں اور معاشرے پروان نہیں چڑھتے بلکہ معاشرے میں انصاف، تعلیم اور شعور کا فروغ ہی

کامیابی کا زینہ سمجھا جاتا ہے۔ شریف برادران کی نام نہاد گڈ گورننس کا پول کھل چکا ہے۔ ملک پاکستان لہو میں ڈوبا ہوا ہے، معیشت دم توڑ رہی ہے، تعلیم وصحت کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان حکمرانوں کو غریب سے کوئی سروکار نہیں، ان کی دلچسپیاں انہی منصوبوں تک محدود ہیں جن سے انہیں زیادہ سے زیادہ کمیشن اور اپنی تشہیر کا موقع میسر آئے۔ اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں 30% تک اضافہ ہوجانا اس حکومت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان حالات میں عوام کو اپنے بنیادی حقوق کی بحالی کے لئے بیدار ہونا ہوگا وگرنہ ان حکمرانوں کے اس ظالمانہ دورحکومت میں غریب کے مسائل حل ہونے کے بجائے ان میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

☆ امت مسلمہ کے احوال غم نت نئے روپ میں سامنے آتے رہتے ہیں۔ ایک طرف عراق، شام، یمن جیسے پرامن مسلم ممالک میں باہمی جنگیں جاری ہیں جن میں نہتے شہریوں کا خون بہہ رہا ہے۔ ان ممالک کی معیشت برباد ہوچکی ہے اور نوجوان اپنے حال اور مستقبل سے مایوس ہوکر اخلاقی اور جنگی جرائم میں ملوث ہورہے ہیں۔ اس تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے جس کے مناظر، آج کل برما کے روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے انسانیت سوخت مظالم کی شکل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہزاروں بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نوجوانوں کو صرف اس جرم میں ظلم کا نشانہ بنایا جارہا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ گویا مسلمان ہونا ایک جرم بن گیا ہے حالانکہ اسی دنیا میں سینکڑوں مذاہب اور عقائد کی اقوام ہیں جو پرامن بقائے باہمی کی بنیاد پر زندگی گزار رہے ہیں۔ روہنگیا کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اقوام عالم اور بالخصوص مسلمان ممالک کی مسلسل خاموشی انتہائی قابل افسوس ہے حالانکہ برما کی حکومت کو اگر کسی کا ڈر ہوتا اور وہ انسانیت نوازی میں ذرا سی بھی دلچسپی لیتی تو اس قدر مظالم نہ ہوتے۔ عرب ممالک سمیت OIC کے ممبر دیگر مسلمان ممبر ممالک کے حکمرانوں نے ان انسانیت دشمن خونیں واقعات پر افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ حیوانات اور چرند و پرند کے حقوق کی پاسدار مغربی دنیا میں بھی قابل ذکر ردعمل سامنے نہیں آیا۔۔ اور تو اور ہمارے ملک کا میڈیا اور یہاں کے سیاستدان بھی تاحال خاموش ہیں۔ یہ لاتعلقی اس عالمی دینی جذبہ اخوت کی واضح نفی ہے جو ہمیں اسلام عطا کرنا چاہتا ہے۔۔۔ یہ وہی برماوی مسلمان ہیں جنہوں نے پاکستان بننے کے فوری بعد یہاں کے قحط زدہ مسلمان بھائیوں کے لئے ٹنوں چاول بھیجے تھے مگر آج وہ جاں بہ لب ہیں، بے خانماں برباد ہیں لیکن ہماری حکومت نے ظالموں کے منہ سے مکھی بھی نہیں اڑائی۔

☆ کراچی میں رینجرز نے دہشت گردوں اور ان کے مالی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے وہ پوری قوم کے لئے حیران کن ہی نہیں بلکہ باعث تشویش ہیں۔ پاکستان میں اس سے قبل بھی دہشت گردوں کے ان مالی نیٹ ورک کے خلاف نیم دلی سے کاروائیاں ہوئیں مگر ان کو منطقی انجام تک نہیں پہنچایا گیا اور ہمیشہ ہی مصلحتیں آڑے آتی رہیں۔ ایک بڑی سیاسی جماعت کے شریک چیئرمین نے جس طرح رینجرز کی پریس ریلیز پر فوج کو دھمکیاں دیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں بڑی سیاسی جماعتوں، دہشت گردوں، کرپٹ عناصر، لینڈ مافیا اور بھتہ خوری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قومی ایکشن پلان پر ابھی تک صحیح معنوں میں عملدرآمد نہیں ہوا۔ حکومت اور اپوزیشن ایک غیر اعلانیہ اتحاد کے ذریعے اس کو ناکام بنانا چاہتے ہیں جبکہ پوری قوم مالی اور عسکری دہشت گردوں کے خلاف افواج پاکستان کے ساتھ کھڑی ہے اور عہد کرتی ہے کہ اس مرتبہ اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑتے ہوئے اس کے منطقی انجام تک پہنچایا جائے گا اور سرزمین پاکستان کو دہشت گردی کی ہر شکل سے پاک کردیا جائے گا۔ اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا اور ایک مرتبہ پھر نام نہاد سیاسی مصلحتیں آڑے آئیں تو یہ دہشت گرد عناصر، ان کے مالی معاون، عملی سہولت کار اور ان کے سیاسی سرپرست اس آپریشن سے بچنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر پاکستان میں ISIS جیسی تنظیموں کے عمل دخل کو نہیں روکا جاسکے گا اور پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

درجۂ صالحین میں شمولیت کی شرائط

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

مرتّب: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد شعیب بزمی

محاسبہ نفس سے ہی روحانی ترقی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ امراض نفس سے باخبر ہوئے بغیر علاج ناممکن ہے۔ محاسبہ و مجاہدۂ نفس ہی وہ راستہ ہے جہاں سے طریقت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

’’اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں‘‘۔ (العنکبوت: ۶۹)

حضور غوث الاعظمؒ نے حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کا ایک قول غنیۃ الطالبین میں نقل فرمایا ہے کہ جب تک آدمی چھ دشوار منزلوں اور گھاٹیوں کو عبور نہیں کرلیتا، اس وقت تک اس کا نام صالحین کے درجے میں نہیں لکھا جاتا۔ وہ نہ تو صالحین کا رتبہ پاسکتا ہے اور نہ اس کا شمار نیکو کاروں میں ہوسکتا ہے۔

آیئے! مجاہدہ نفس کی راہ میں آنے والی ان چھ دشوار منزلوں اور گھاٹیوں کے بارے میں آگہی حاصل کرتے ہیں تاکہ روحانی منازل کے حصول کا راستہ سالک کے لئے آسان ہوسکے۔

۱۔ عیش و آرام کی خواہش سے دستبرداری

مرتبہ صالحین میں شمولیت کے راستے کی پہلی منزل/ گھاٹی یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر عیش اور طلبِ نعمت کا دروازہ بند کردے۔ انسان کے دل میں عیش و آرام کی جو طلب اور خواہش پیدا ہوتی ہے اس سے انسان کو راحت ملتی ہے، جب تک انسان اس خواہش تک کا بھی دروازہ اپنے اوپر بند نہ کرلے اور اپنے اوپر سختی کا دروازہ نہ کھول لے اس وقت تک وہ صالحین میں شمار نہیں ہوسکتا۔

سختی کا دروازہ کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ سختی اس کے اوپر آسان ہوجائے۔ پس سختی کو طبیعت پر طلب کرنے اور آرام کو طبیعت پر طلب کرنے سے گریز کرنے سے ہی وہ صالحین کے درجہ تک پہنچنے کی پہلی منزل کو عبور کرسکے گا۔

افسوس! ہم نے ولایت، روحانیت، اللہ کا قرب اور اللہ کی بارگاہ میں بلند رتبہ و درجہ اور تصوف کو کسی اور چیز ہی کا نام دے رکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک آدمی اتنے ہزار مرتبہ فلاں تسبیح کرے، خاص قسم کی شکل حلیہ اور ہیئت بنالے، وہ روحانیت، ولایت، تصوف اور سلوک کے اونچے درجہ پر فائز ہے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ صالحین جس مجاہدے کو صالحیت اور نیکی کی بنیاد بناتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اس کا نفس ایسی اصلاح پالے، اس کی ایسی تربیت ہو، اس میں ایسی تبدیلی آئے کہ وہ راحت، آرام اور عیش طلبی کو پسند نہ کرے بلکہ سختی، تنگی اور پریشانی و مشکل میں

☆ (CD#432)(01-06-2006)

خوشی محسوس کرے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی آسانی کے لئے نفس کو بدنام کرتے ہیں۔

۲۔ عزت طلبی کی خواہش کا خاتمہ

مرتبہ صالحین میں شمولیت کے لئے دوسری جس گھاٹی کو عبور کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے لئے عزت طلبی کا دروازہ بند کردے اور ذلت کا دروازہ کھول لے۔

مراد یہ ہے کہ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ جب وہ آئے تو اس لئے کہ عزت ہو، جب عزت نہیں ہوتی تو وہ ناراض ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ نفس یہ چاہتا ہے کہ مجھے لوگ کھڑے ہوکر ملیں، ہاتھ چومیں کہ فلاں بزرگ، فلاں اعلیٰ درجے اور رتبے کی حامل ہستی، فلاں لیڈر، فلاں عالم اور پیر صاحب آگئے ہیں۔ اگر اس کا نفس یہ چاہے کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوجائیں، میری عزت کریں، مجھے نمایاں جگہ پر بٹھائیں اور میرا اچھے طریقے سے استقبال کریں تو یہ عزت طلبی ہے۔ اگر عزت طلبی کی یہ خواہش اندر موجود ہے تو وہ بندہ سمجھ لے کہ اس کے اوپر صالحیت کا دروازہ کھلنا تو درکنار اس کے کھلنے امکانات بھی بند ہیں۔ لوگ از خود عزت کریں، اس کے نفس میں طلب نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ یعنی لوگ خود کسی کی بزرگی، تقویٰ، صالحیت، نیکی، پرہیزگاری، اللہ کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت و محبوبیت اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے از خود اس کی عزت اور احترام میں کھڑے ہوجائیں تو یہ جائز ہے۔ اس کا اپنا دل اور نفس اس عزت و احترام اور پروٹوکول کی خواہش نہ کرے۔ نیز لوگوں کے کھڑے ہونے سے اپنے اندر خوشی محسوس نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صالحیت کے راستے کی جانب کامیابی سے گامزن ہے۔

اگر لوگ کسی کے احترام اور عزت میں کھڑے نہ ہوئے اور اس پر وہ بندہ ناراض ہوجائے، اس مجلس سے خوش نہ ہو، کسی نہ کسی موقع پر اس سے ناراضگی کا اظہار بھی کردے تو وہ بندہ یہ جان لے کہ صالحیت کا دروازہ اس پر بند ہے۔ حضور سیدنا غوث الاعظمؓ ایک مرتبہ مجلس میں آئے تو کوئی شخص بھی آپ کے احترام میں کھڑا نہ ہوا۔ آپؒ پوری مجلس سے گزر کر سٹیج پر تشریف لے گئے اور وعظ فرمانا شروع کردیا۔ کسی نے بعد میں آپ سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ لوگوں کے اس طرح کے سارے اعمال و حرکات تک بھی ہمارے تکوین اور اختیار میں دے دیئے گئے ہیں۔ جب ہم اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتے کسی اور طرف دھیان میں ہوتے ہیں تو لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آج میں نے ادھر توجہ کی اور دل سے چاہا کہ کھڑے نہ ہوں تو کوئی ایک شخص بھی کھڑا نہیں ہوا۔ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تو سمجھو کہ ہم نے اس امر کی طرف دھیان ہی نہیں کیا کہ کھڑے ہوں یا نہ ہوں، ادھر ہماری توجہ ہی نہیں ہے۔

اہل اللہ ان امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے کہ کوئی عزت کررہا ہے کہ نہیں۔۔۔ کوئی ہاتھ چوم رہا ہے کہ نہیں۔۔۔ کوئی اونچی جگہ پر بٹھا رہا ہے کہ نہیں۔۔۔ ان کے لئے بوریا اور تخت برابر ہوجاتا ہے۔۔۔ ان کے لئے اعلیٰ اور ادنیٰ سواری برابر ہوجاتی ہے۔۔۔ ان کے لئے محل اور کٹیا برابر ہوجاتی ہیں۔۔۔ کیونکہ ان کا نفس عزت کا طالب نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس وہ نفس کو پامال کرنے کے لئے عزت طلبی کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس تلاش میں رہتے ہیں کہ چلو کوئی ایسا عمل ان سے ہوجائے، جس سے ان کی عزت اور ناموس کا شیشہ ٹوٹے تاکہ ان کے نفس کا علاج ہو، نفس کنٹرول میں رہے اور اکڑنے نہ پائے۔ لہذا وہ ذلت کو اپنے نفس کا علاج سمجھتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جس راستے سے گزرتے تھے، اس راستے میں بادشاہ وقت کا دربار آتا تھا۔ جب آپ گزرتے تو ہر روز

بادشاہ اور اس کے درباری آپ کے احترام میں کھڑے ہوجاتے، آپ کو سلام کرتے، آپ بادشاہ اور اس کے درباریوں کا جواب دے کر گزر جاتے۔ ایک روز آپ گزرے، بادشاہ اور درباری حسب معمول آپ کے استقبال میں کھڑے ہوگئے تو آپ نے ان کی طرف منہ کرکے تھوک دیا۔ بادشاہ اور درباریوں نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کردیا کہ یہ کیسا ولی ہے کہ اس کا اخلاق ہی نہیں ہے کہ ان لوگوں کی طرف منہ کرکے تھوک دیا جو اس کی عزت کررہے ہیں۔ وہ لوگ جو چند لمحات قبل آپ کی عزت کررہے تھے، وہ آپ کو ملامت کرنے لگے۔ بعد ازاں آپ کے مریدین نے آپ سے پوچھا حضرت یہ آج کیا معاملہ ہوا؟ بادشاہ روز آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہوتا تھا، آپ نے کبھی ایسا نہ کیا، آج ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ میری عزت و احترام میں روز کھڑا ہوتا تھا، میرے نفس نے کبھی اس اہتمام کی پرواہ ہی نہ کی اور اس طرف کبھی دھیان ہی نہیں کیا کہ میرے ساتھ بادشاہ اور اس کے درباری کیا سلوک کررہے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ والوں کا دل اور نفس اس حال میں مصروف ہوتے ہیں کہ ہر وقت وہ اللہ کے ساتھ شامل رہتے ہیں۔ اللہ کے ذکر، بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی طرف دھیان آخرت اور مالائے اعلیٰ کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے۔ ان کا دھیان، نفس، قلب، سوچ، عقل، مالائے اعلیٰ کی طرف مصروف رہتے ہیں۔ لہذا یہاں ان کے ساتھ کوئی کیا سلوک کررہا ہے ان کی طرف ان کا دھیان نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ روز یہ کھڑے ہوتے تھے تو میری نفس نے کبھی پرواہ ہی نہ کی کون کھڑا ہوا ہے اور کون نہیں۔ میں نے کبھی ادھر دھیان ہی نہیں دیا، لہذا ان کے کھڑے ہونے پر کبھی مجھ پر اثر نہیں ہوا۔ آج جب کھڑے ہوئے تو میرے نفس نے اثر لیا اور اس عزت و احترام کی جانب متوجہ ہوا کہ میری یہ شان اور یہ رتبہ ہے کہ بادشاہ وقت اور کل وزراء بھی میری تعظیم میں ہر روز کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نے جب نفس کو ان کے کھڑے ہونے کا اثر لیتے دیکھا تو میں نے اسی وقت اپنے نفس کا علاج کرنا چاہا اور ان کی طرف منہ کرکے تھوک دیا۔ یعنی ایسا عمل کیا جس عمل کو وہ لوگ ناپسند کریں اور مجھے برا بھلا کہیں۔ میرا مقصود نفس کا علاج تھا۔ میں نے یہ عمل ان کی خاطر نہیں بلکہ اپنے نفس کی خاطر کیا۔

صالحین، اہل اللہ بعض اعمال ایسے کرتے ہیں کہ جو لوگوں کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہوتے، لوگ اس کو گوارہ نہیں کرتے، لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں اور ردعمل دیتے ہیں۔ لوگوں کا یہ ردعمل نفس کے علاج میں کارگر ہوتا ہے۔ نفس کے علاج کے عمل کو ولایت کے آخری درجے پر بھی اولیاء اللہ نظر انداز نہیں کرتے۔ ذلت کے دروازے سے مراد یہ نہیں کہ ان کی بے عزتی دنیا میں ہوتی ہے، نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس کے علاج کے طور پر اس دروازے کو کھلا رکھتے ہیں اور کبھی ایسا واقعہ ہوجائے جو ان کی طبیعت پر ناگوار ہو اور وہ سمجھیں کہ ہماری شان اور ہمارے مرتبے کے لائق اور شایان شان نہیں تو وہ اس واقعہ کو اللہ کی نعمت سمجھتے ہیں کہ یہ نفس کا علاج ہوا ہے۔ اس سے بجائے ناراض ہونے کے وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۳۔ حقیقی بیداری

صالحیت کے راستے میں تیسری گھاٹی یہ ہے کہ سالک نیند کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلے اور حقیقی بیداری کا دروازہ کھول لے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کلیتًا نیند ختم کرلے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نیند کے طالب نہیں رہتے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے تب ہی وہ سوتے ہیں۔ بیداری کا دروازہ کھولنے سے مراد بیداری سے محبت کرنا ہے۔ بعد ازاں جب وہ صالحین ترقی پاکر مقربین اور عارفین ہوجاتے ہیں تو پھر نیند میں بھی ان

کے لئے بیداری کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور حالت نیند میں بھی پر مالائے اعلیٰ اور انوار و فیوضات الٰہیہ سے مستنیر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ نیند میں بھی مشاہدات کرتے ہیں جو بیداری میں نہیں ہوتے۔ ان کی نیند اوروں کی نیند سے مختلف ہوجاتی ہے۔ انہیں آقا علیہ السلام کی اُس نیند کا فیض اور حصہ مل جاتا ہے جس کے بارے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

انی لست مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی.(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، ۶: ۲۶۶۱)

’’میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے‘‘۔

یعنی میری نیند کا وقت اور لمحے بھی اللہ کے حضور گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی انوار اور تجلیات الٰہیہ کی خیرات دیتا ہے۔ اسرار و رموز سے مالائے اعلیٰ کی خوراک کھلائی جاتی ہے۔ آقا علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

یاعائشۃ! ان عینی تنامان ولا ینام قلبی.

’’اے عائشہؓ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے‘‘۔ (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، ۱:۳۸۵)

آقا علیہ السلام کو پھر بیداری کا یہ مقام عطا کیا گیا کہ جب نیند سے بھی اٹھتے تو بغیر وضو سے بھی آپ کی نماز جائز تھی چونکہ آپ کی نیند غفلت نہیں ہوتی تھی بلکہ بیداری تھی۔ اس لئے کہ وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا بلکہ غفلت سے ٹوٹتا ہے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ اصلاً نیند وضو کو نہیں توڑتی بلکہ غفلت وضو کو توڑتی ہے۔ چونکہ ہماری نیند غفلت کا سبب بنتی ہے لہذا ناقص وضو غفلت ہے نہ کہ نیند۔ یعنی نیند خود وضو توڑنے کا سبب نہیں بلکہ نیند غفلت لانے کا سبب ہے اور غفلت وضو توڑنے کا سبب بنتی ہے۔ عام مسلمان بھی اگر بیٹھے بیٹھے اسی حالت میں سوجائے کہ اس کے پہلو بائیں یا دائیں جھک نہ جائیں، نشست سے اٹھ نہ جائے، زمین سے الگ نہ ہوجائے، سیدھے بیٹھے ہوں اور اس بیٹھنے کی حالت میں اونگھ اور نیند بھی آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جو ایک لمحے کی نیند تھی وہ غفلت کا سبب نہیں بن سکی۔ اگر جسم پر غفلت آتی، جسم دائیں یا بائیں ڈھلک جاتا، جسم سیدھا نہ رہتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نیند ایسی تھی جو جسم میں غفلت لانے کا باعث بنی لہذا وضو ٹوٹ گیا۔

آقا علیہ السلام کی نیند تو ہوتی مگر وہ باعث غفلت نہ ہوتی کیونکہ نیند میں بیداری رہتی تھی۔ اس لئے سلوک اور روحانیت میں بیداری کا برعکس یا متضاد نیند نہیں ہے بلکہ غفلت ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ’’جو دم غافل سو دم کافر‘‘ غافل سے مراد یاد کا ترک ہوجانا ہے۔ آدمی اگر جاگتے ہوئے بھی یاد الٰہی ترک کردے، فکر آخرت ترک کردے، آخرت کا دھیان، اللہ کی یاد، اللہ کی اطاعت اور آقا علیہ السلام کی اتباع کو ترک کردے تو یہ بھی غفلت ہوگئی، بیداری نہ رہی۔

اللہ رب العزت نے ایسے ہی غافل بندے کی اطاعت و پیروی سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا. (الکہف:۲۸)

’’اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے‘‘۔

دلوں پر غفلت کا طاری ہوجانا نیند ہے اور دل اللہ کی یاد میں بیدار ہوجائے تو وہ حقیقی بیداری ہے۔ پس انسان اگر ذکر سے غافل ہے، اس کا دھیان اللہ، اللہ کی اطاعت اور یاد سے ہٹ گیا، آخرت سے بے فکر اور بے خوف ہوگیا، آقا علیہ السلام کی اتباع، اللہ کی محبت سے اس کا دل عاری ہوگیا تو وہ جاگتے ہوئے بھی غفلت اور نیند میں ہے۔ ایسے جاگنے والے جاگ کر بھی نیند میں رہتے ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس گھاٹی کو عبور کرلیتے ہیں تو

ان کی نیند بھی عبادت ہوتی ہے۔ عالم باعمل اور صالح عالم کی نیند بھی عبادت ہوتی ہے کیونکہ اس کی نیند جسم کی ضرورت کی کفالت کررہی ہے، غفلت نہیں لارہی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سالک ایسی نیند کا دروازہ بند کرے جو غفلت ہے اور اس بیداری کا دروازہ کھول لے جو نیند میں بھی رہے۔

۴۔ آرام طلبی سے اجتناب

صالحیت کی طرف سفر کے دوران چوتھی منزل/ گھاٹی یہ ہے کہ سالک آرام کا دروازہ اپنے اوپر بند کردے اور تکلیف کا دروازہ کھول دے۔ ہم سہل پسند ہوگئے ہیں۔ شارٹ کٹ تلاش کرتے ہیں، گائیڈ تلاش کرتے ہیں جبکہ صالحیت اور روحانیت کے حصول کے لئے طویل مدت لگتی ہے۔ ریاضت، محنت اور مجاہدوں کی کیفیتیں احوال، نوعیت بدلتی رہتی ہیں مگر ہر ایک کو مجاہدہ سے گزرنا ہے۔ کوئی شخص نہیں ہے جو مجاہدہ سے نہ گزرا ہو۔ حتی کہ انبیاء میں سے بھی کوئی ایسا نہیں جو مجاہدہ سے نہ گزرا ہو۔

ایک مجاہدہ طریقِ نبوت پر تھا جو انبیاء کو نصیب ہوا۔ ہر پیغمبر پر مجاہدات گزرے، ہر پیغمبر کی ہجرت مجاہدہ تھی۔۔۔ ہر پیغمبر کا باطل قوتوں سے ٹکراؤ مجاہدہ تھا۔۔۔ ہر پیغمبر کو جہاد میں حصہ لینا پڑا۔۔۔ ہر پیغمبر پر مشکلات آئیں۔۔۔ یہ سب ان کے لئے مجاہدہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ عراق کی سرزمین بابل میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے نکلے دمشق آکر آباد ہوئے، وہاں سے فلسطین آئے۔ اسی اثناء میں اولاد کی خاطر مکہ کی وادی میں آپہنچے۔ کعبہ تعمیر کیا، پھر واپس پلٹ کے حلب میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ یہ جو شہر در شہر، قریہ در قریہ، ہجرتیں رہیں یہ ان کے مجاہدات تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کا دوسرا مجاہدہ نمرود سے ٹکر لینا تھا۔۔۔ آگ میں گرائے گئے۔۔۔ اسماعیلؑ کی قربانی کے لئے تیار ہوگئے۔۔۔ یہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے مجاہدات تھے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی۔۔۔ مصر سے نکلے مدین گئے۔۔۔ 12 برس مدین کی مشقت جھیلی۔۔۔ وہاں سے وادی سینا عبور کرتے ہوئے پھر مصر پہنچے۔۔۔ فرعون سے ٹکر لی۔۔۔ ملک مصر کو چھوڑا۔۔۔ دریائے نیل کو عبور کرکے وادی سینا پہنچے۔۔۔ پھر سالہا سال وہاں پر قیام ہوا۔۔۔ پھر طور سینا پر جانا، اُن کے آنے سے قبل امت کا پھر بگڑ جانا اور راہ حق کو چھوڑ کر دوبارہ شرک میں مبتلا ہوجانا، یہ وہ تمام مشکلات تھیں جو حضرت موسیٰؑ کے مجاہدات اور ریاضتیں تھیں۔

اس طرح حضرت یوسفؑ کا بچپن میں والدین سے بچھڑ جانا۔۔۔ کنویں میں گرا دیا جانا۔۔۔ مصر کے بازاروں میں بیچا جانا۔۔۔ ان پر تہمت کا لگنا۔۔۔ جیل میں جانا۔۔۔ یہ ان کے مجاہدات تھے۔ یہ مجاہدات طریق نبوت کے مجاہدات تھے اور وہ اس پر صبر کرتے پھر بالآخر فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کے مصداق آسانیاں اُن کا مقدر بنیں۔ مجاہدہ کے بعد مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہر تنگی کے بعد فتح اور کشادگی ہوتی ہے۔ ان مجاہدات کی وجہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہ اس جگہ بادشاہ بنے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت لوطؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالح علیہم السلام کے مجاہدات ہیں۔ جس طرح کے کام اللہ ان کے سپرد کرتا ہے اسی طرح کا اللہ ان کو مجاہدہ عطا کرتا ہے مگر مجاہدہ سے مبراء کوئی نہیں۔ پیغمبروں کے مجاہدات، اولیاء کے مجاہدوں سے اعلیٰ تھے۔

ایک مجاہدہ طریقِ ولایت پر ہوتا ہے۔ طریق ولایت میں کسی کا 40 سال عشاء کے وضو سے فجر پڑھنا۔۔۔ کسی کا 40 سال تک رات کو مصلے پر ایک قدم پر کھڑے ہوکر قرآن مجید کا ختم کرنا۔۔۔ کسی کا 40 برس روزہ رکھنا۔۔۔ کسی کا جنگلوں میں پتے کھانا۔۔۔ روکھی سوکھی تھوڑی روٹی کھانا مجاہدہ ہوتا ہے۔ یہ مجاہدات خالص

طریق ولایت پر ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ آرام کا دروازہ بند کردیں اور تکلیف کا دروازہ کھول دیں۔ جو تکلیف کی وادی سے نہیں گزرا، اسے آرام نہیں ملتا۔ ہم آرام پہلے چاہتے ہیں اور تکلیف کو قریب نہیں آنے دینا چاہتے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ انہیں دنیا میں آرام ملے، ان کو چاہئے کہ وہ تکلیف اپنائیں۔ آرام کا ملنا نہ منع ہے، نہ ناجائز اور نہ ناممکن ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۔ (الم نشرح:٦)

’’یقیناً (اس) دشواری کے ساتھ آسانی (بھی) ہے‘‘۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى. (الضحیٰ:٨)

’’اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذتِ دید سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا‘‘۔

ہر تنگی اور مشقت کے بعد خوشحالی ہے، یہ اللہ پاک کا فیصلہ ہے۔ مگر خرابی کہاں ہے؟ خرابی یہ کہ انسان تنگی کے دروازے سے گزرے بغیر خوشحالی چاہتا ہے۔ انسان تنگی مشقت، محنت اور تکلیف میں پڑے بغیر آرام چاہتا ہے اور یہیں سے خرابی جنم لیتی ہے۔ جو تکلیف کی چکی میں نہیں پسا اسے نہ دائمی آرام ملا، نہ فتح ملی اور نہ اس کو بلند مقام ملا۔ جب سے طریقت، تصوف سلوک، روحانیت اور ولایت پیشہ بن گیا ہے تب سے تباہی آگئی ہے اور تعلیم و تربیت ختم ہوگئی۔ پیشہ ور لوگوں کا مریدین، متعلقین اور راہ حق کے مسافروں کو تعلیم و تربیت دینے کی بجائے پوری توجہ و نظر Concentration چند رسومات تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔ جس طرح عیسائی لوگوں نے کفارہ کا عقیدہ اپنا رکھا ہے۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے پھانسی چڑھ جانے (معاذ اللہ) سے قیامت تک ان کی ماننے والی امت بخشی گئی۔ وہ پھانسی چڑھ کر سب کو نجات دے گئے، اب ان کی امت کے ذمے کوئی مشقت و محنت نہیں ہے۔ افسوس ہمارے ہاں بھی نام نہاد صوفیوں نے اس طرح کے راستے نکال لئے ہیں کہ پیر صاحب کو نذرانہ دے دیا۔۔۔ پیر صاحب کی خدمت کردی۔۔۔ تو سب ہی اچھا ہے اور یہی کچھ کافی ہے۔ ان چیزوں کا کوئی تعلق تصوف و سلوک اور روحانیت سے نہیں۔

شیخ تربیت کے لئے ہوتے ہیں۔۔۔ انگلی پکڑ کر چلانے کیلئے ہوتے ہیں۔۔۔ راستہ بتانے، دکھانے اور منزل تک پہنچانے کے لئے ہوتے ہیں۔ جو شیخ اور مرشد لوگوں کو تعلیم اور ہدایت نہیں دیتا۔۔۔ سبق نہیں دیتا۔۔۔ سمجھاتا و سکھاتا نہیں ہے۔۔۔ راہ دکھاتا نہیں ہے۔۔۔ وہ نہ شیخ ہے اور نہ مرشد ہے بلکہ پیری مریدی اس کا پیشہ اور کاروبار ہے۔ جب سے دین پیشے میں بدل گیا، دین کی تبلیغ کرنے والے علماء، خطباء اور واعظوں نے دین کی تبلیغ کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنالیا، اللہ کی مخلوق کی رشد و ہدایت اور انہیں روحانیت کی راہ بتانے والوں نے اس طریقت کو پیشہ بنالیا تو پھر یہ راہبری نہ رہی بلکہ راہزنی ہوگئی۔

منہاج القرآن سے وابستہ، اس مصطفوی مشن میں شریک رفقاء، کارکنان اور وابستگان سن لیں! منہاج القرآن حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کا مشن ہے۔ یہ مشن رفقاء و کارکنان کا مرشد ہے۔ یہاں سے حسنِ اخلاق کا سبق سیکھا کریں اور جو راہنمائی آپ کو ملے اس پر عمل کیا کریں تاکہ لوگ عام افراد اور آپ میں واضح فرق دیکھ سکیں کہ اس مشن سے سیراب ہونے والے کیسے اعلیٰ کردار کے حامل ہیں۔ آپ میں اور باقیوں میں گفتار، سیرت و کردار اور اخلاق کے حوالے سے فرق نظر آئے۔ میری گفتگو سننا، کتابیں پڑھنا اور پھر یہ سب سن، پڑھ کر بھول جانا ہے تو پھر اس سنگت و محبت کا فائدہ نہیں ہے، اس طرح خود بھی شرمسار ہوں گے اور مجھے بھی شرمسار کریں گے۔

۵۔ دنیا طلبی کی حرص کا خاتمہ

صالحیت کی طرف پانچویں منزل/ گھاٹی یہ ہے کہ سالک اپنے اوپر دولت کا دروازہ بند کرلے اور فکر آخرت کا دروازہ کھول دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پیسے اپنے اوپر حرام کرلے۔نہیں، بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کے لئے دنیا سے مستغنیٰ ہوجائے اور وہ دنیا کا طالب نہ رہے۔جس کا توکل اللہ پر ہوجائے اس کوفقیر کہتے ہیں۔جس کا دل دنیا سے زاہد ہوجائے اور دنیا کے حرص، لالچ، محبت اور طلب سے بے نیاز ہوجائے اور دنیاوی معاملات ایمانداری اور دیانتداری سے انجام دے، وہ فقیر ہے یعنی دنیا طلبی سے اس کا دل پاک ہوگیا۔افسوس ہمارا ذہن ہر وقت سودو زیاں کے چکر میں لگا رہتا ہے۔۔۔گنتی کرتے رہتے ہیں کہ کتنا نفع آگیا۔۔۔ کتنے پیسے آگئے اور کتنے کم ہیں۔۔۔ زیادہ کمانے کے لئے اور کیا کریں۔۔۔ دولت کی ایسی حرص ہے کہ جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اندازہ کریں کہ نوجوان 25,20 سال کی عمر میں دولت کمانا شروع کردیتا ہے، کماتے کماتے کوئی پچاس کی عمر میں پہنچ گیا اور کوئی 55، 60 برس کی عمر میں پہنچ گیا۔ 30 برس گزر گئے، دولت کمائی جارہی ہے، دولت کماتے کماتے اچانک ملک الموت دروازہ کھٹکھٹائے گا، بلاوا آئے گا اور انسان چلا جائے گا۔ اس وقت پوچھا جائے گا کہ بندے جب سے تو نے ہوش سنبھالا تیرے ماں باپ نے تجھے کہا کہ نوکری، دکانداری، کاروبار، تجارت کر، تب سے تو مال کمانے پر لگا اور آج بلاوے کے دن تک بھی تو کاروبار میں تھا، مال ہی کمارہا تھا۔ بتا! مال ہی کمایا یا مآل بھی کمایا۔ مآل آخرت کو کہتے ہیں۔افسوس ہماری ساری زندگی دولت اور دنیا کمانے پر ہی گزر گئی، آخرت کی کمائی کب ہوگی۔۔۔؟ ہم آخرت کے لئے منصوبہ بناتے ہیں کہ بچے بڑے ہوجائیں، کاروبار وہ سنبھال لیں گے تو ہم اس دین داری کی طرف آجائیں گے۔ پہلے ساری زندگی اس وعدے پر رہے۔ جب ترقی ہوگئی، سب کو Establish کرلیا، ہر ایک کے لئے الگ الگ کاروبار بنالئے، پہلے سے کئی گنا زیادہ دولت اور دنیا میں مشغولیت بڑھ گئی تو اب اولاد اور ان کی اولاد کی دنیاوی حوالے سے فکر کھائے جارہی ہے۔ اے بندے سوچ! اسی دنیا کی کمائی کرتے کرتے تیرا بڑھاپا آپہنچا۔۔۔ سر کے بال سفید ہوگئے۔۔۔ بڑھاپے کا شعلہ تیرے سر سے نکل آیا۔ جس دن سکت ہی نہ رہی کہ تو راتوں کو اٹھ سکے، رو سکے اور رب کو منا سکے تو پھر رب کو کیا جواب دے گا۔ اسی لئے فرمایا کہ دولت طلبی کا دروازہ بند کر اور مولا طلبی کا دروازہ کھول تاکہ صالحیت کی منازل طے کرسکے۔

۶۔ امید کا خاتمہ

صالحیت کی طرف گامزن ہوتے ہوئے آخری منزل/ گھاٹی یہ ہے کہ امید کا دروازہ بند کر اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول دے۔ ہماری ساری زندگی امیدوں میں گھری ہوئی ہے۔ یہ ہوجائے تو پھر یہ بھی کرلیں گے۔۔۔ جب ان شاء اللہ یہ کرلیں گے تو پھر آگے منصوبہ بنائیں گے۔۔۔ ہماری ساری زندگی امیدوں پر چلتی رہتی ہے۔ یاد رکھیں کہ امید، موت کی تیاری کی دشمن ہے۔امید ہمیں دھوکہ دیتی ہے اور ذہن میں یہ خیال بٹھاتی ہے کہ ابھی بڑا وقت پڑا ہے، ان شاء اللہ وہ وقت بھی آجائے گا جب آخرت کے لئے بھی کچھ کرلیں گے۔اے نادان سُن! کیا موت پوچھ کر آتی ہے۔۔۔؟ لازمی تو نہیں کہ تو طبعی موت مرے، طویل عمر پائے، طویل علالت کے بعد موت آئے۔موت تو ناگہانی بھی آجاتی ہے، حادثاتی بھی آجاتی ہے۔ امید انسان کی بہت بڑی دشمن ہے۔ یہ اللہ سے غافل کرتی ہے۔امید، انسان کو عمر کی درازی کا خیال دلاتی ہے اور غافل کرتی ہے کہ ابھی وقت ہے، فرصت ہے۔

موت اور آخرت کی تیاری کے لئے ابھی سے آغاز کرنا ہوگا۔ جن مسافروں نے لمبا سفر کرنا ہو اور جنہیں سفر کی طوالت نظر آرہی ہو، وہ نہ کبھی غفلت کی نیند سوتے ہیں اور نہ امید کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ ان کو نیند ہی نہیں آتی۔ وہ صبح سویرے سفر کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے سفر پر چل پڑتے ہیں۔

مجاہدہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مجاہدہ کے لئے ان چھ گھاٹیوں اور وادیوں سے گزریں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں صالحیت کی شاہراہ پر گامزن کرے اور ان کا نام صالحین کے زمرے میں لکھ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صالحین کے زمرے میں لکھے۔ اللہ پاک اس مرکز کو آباد رکھے۔ جملہ قائدین اور مشن کے کارکنوں کو سلامت رکھے۔ یہاں آنے والے لوگ اس مرکز سے فیض مصطفوی اور فیض محمدی ﷺ کے پیالے بھر بھر کے پیتے رہیں۔ یہ مرکز میخانہ سیدنا غوث الاعظمؒ ہے، یہاں سے محبت کے جام بھر بھر کے پیتے رہیں اور اپنی آخرت کی تیاری کے لئے سامان لیتے رہیں۔ منہاج القرآن سے وابستہ ہر رفیق و کارکن اپنے اندر روحانی استعداد پیدا کرے، غفلت دور کرے اور مجاہدہ نفس کے ساتھ تیاری کرے۔ اللہ پاک ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ۔

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم علامہ نذیر احمد (سفیر یورپ) کے والد محترم، محترم غلام مرتضیٰ علوی (مرکزی ناظم تربیت) کی ساس، محترم یعقوب عابد (MD ایم ای ایس) کی ہمشیرہ، محترم امیر حسنین (ڈسپیچ آفس مرکز) کی پھوپھی، محترم غلام مصطفیٰ (نظامت ممبر شپ) کی نانی، محترم حافظ مبشر سعید (منہاجین سیشن 2000ء) کی والدہ، محترم شہادت علی (کلرک کالج آف شریعہ) کے بھائی، محترم شاہد رضا (لائبریرین شریعہ کالج) کے نانا، محترم طالب حسین سواگی (سٹوڈنٹ شریعہ کالج) کے والد، محترم قاری محمد وقاص باروی (سٹوڈنٹ شریعہ کالج) کی والدہ، محترم حاجی ظفر اقبال ککرالی (فرانس) کی والدہ، محترم محمد اشفاق پلاں گراں (کوٹلہ) کی والدہ، محترم راجہ محمد فیاض القادری (خیر کتو) کے بڑے بھائی، محترم محسن حنیف لنگڑیال (کوٹلہ اربعلی) کا بھتیجا، محترمہ آمنہ خاتون (کھپرو سانگھڑ، سندھ) کی والدہ اور محترم فوجی مشتاق احمد قائم خانی کی ساس، محترم عاصم علی قادری (صدرMSM فاروق آباد) کی ہمشیرہ، محترم حاجی انور علوی (صدر کینٹ ٹاؤن) کے والد محمد فاروق انور علوی، محترم محمد حسین نظامی (عارف والا)، محترم بلال رضا قادری (لاہور کینٹ) کے والد محترم محمد حسین، محترم پروفیسر سجاد حسین (اٹک) کی ساس، محترم صغیر احمد قادری (حسن ابدال) کی والدہ، محترم رانا محمد اعظم (صدر تحریک شورکوٹ)، محترم رفاقت محمود جنجوعہ (جہلم) کے والد، محترم میاں شاہجہان گھنیلہ شریف بالا کوٹ کا بھانجا اور میاں غلام مصطفیٰ انقلابی کے بھائی میاں محمد رفیق، محترم مختار علی معصومی (رحیم یار خان) کے بھائی محمد ارشاد، محترم محمد طارق خان (چکوال) اور محترم محمد یونس جوئیہ ککی (شورکوٹ) کے والد صوفی غلام محمد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

وقتِ سحری اور وقتِ افطار

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

قرآن و حدیث کی روشنی میں سحری ختم ہونے کے بارے درج ذیل رہنمائی میسر آتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

”اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہو کر) نمایاں ہو جائے، پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو“۔ (البقرة، ۲: ۱۸۷)

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت نازل ہوئی تو شروع میں مِنَ الْفَجْرِ کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا۔ سو کوئی آدمی جب روزے کا ارادہ کرتا تو اپنے پیر میں سفید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتا اور جب تک اُسے یہ دونوں نظر نہ آتے تو کھاتا رہتا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْفَجْرِ کا لفظ نازل فرمایا تو لوگوں نے جان لیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں“۔

(بخاری، الصحیح، ۲: ۶۷۷، رقم: ۱۸۱۸)

قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ

أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

”حضرت بلال رات میں اذان کہا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ فجر طلوع ہونے پر ہی اذان کہتے ہیں...... قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اِن دونوں کی اذانوں میں اتنا فرق ہی ہوا کرتا تھا کہ یہ چڑھتے اور وہ اُترتے تھے“۔

(مسلم، الصحیح، ۲: ۷۶۸، رقم: ۱۰۹۲)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً.

”ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی اور پھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا۔ کہا کہ پچاس آیتیں پڑھنے کے برابر“۔ (بخاری، الصحیح، ۲: ۶۷۸، رقم: ۱۸۲۱)

قیس بن طلق نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ.

”کھاؤ، پیو اور تم کو ہرگز کھانے پینے سے نہ روکے سیدھی اوپر کو جانے والی (صبح کاذب) اور کھاؤ، پیو

تا وقتیکہ روشنی کی سرخی اُفق پر پھیل جائے‘‘۔ (أبی داؤد، السنن، ۲: ۳۰۴، رقم: ۲۳۴۸)

☆ سحری کا وقت طلوع فجر پر ختم ہو جاتا ہے اور طلوع فجر سے نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ

’’اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے‘‘۔(ھود، ۱۱: ۱۱۴)

یعنی دن کے شروع اور آخر میں فجر اور مغرب کی نماز کی طرف اشارہ ہے اور رات کے کچھ حصے میں عشاء کی نماز کی طرف اشارہ ہے۔

خصوصی رعایت

قاعدہ قانون کے مطابق سحری کا وقت طلوع فجر سے پہلے پہلے ہی ہے۔لیکن فطری بات ہے انسان کبھی کبھار لیٹ بھی ہو سکتا ہے چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے فہم و فراست ،عقل و دانش اور شعور کے شہنشاہ ، شارع علیہ السلام نے خصوصی رعایت فرمائی ہے۔

ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ ص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ.

(أبی داؤد، السنن، ۲: ۳۰۴، رقم: ۲۳۵۰)

’’جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے‘‘

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے ملا علی القاری حنفی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

(وعن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سمع النداء) أی أذان الصبح (أحد كم و الاناء) أی الذی يأكل منه أو يشرب منه (في يده) جملة حالية (فلا يضعه) أی الاناء (حتى يقضی حاجته منه) أی بالاكل و الشرب . (علی بن سلطان محمد القاری، مرقاة المفاتيح، ٤: ٤٢١)

’’ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی (رمضان میں) صبح کی اذان سُنے ، اس حال میں کہ (سحری) کے کھانے پینے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہے ،تو کھا پی کر اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے ہاتھ سے نہ رکھے‘‘۔

لہٰذا اس قدر شدت نہیں ہونی چاہیے جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں کہ اذان شروع ہوتے ہی جو لقمہ منہ میں ہو وہ بھی باہر پھنک دیا جائے کیونکہ عام طور پر لوگ وقت ختم ہونے سے پہلے ہی سحری کھا لیتے ہیں مجبوراً ہی کوئی بالکل آخری وقت میں کھا پی رہا ہوتا ہے۔

وقتِ افطار

قرآن پاک میں ہے :

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ. (البقرة، ۲: ۱۸۷)

’’اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہو کر) نمایاں ہو جائے، پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو‘‘۔

عاصم بن عمر بن خطاب، ان کے والد محترم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

’’جب رات اس طرف سے آ رہی ہو اور دن اس طرف سے جا رہا ہو اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کرے‘‘۔ (بخاري، الصحيح،۲ : ۶۹۱)

حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب سورج غروب ہوگیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا:

يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

(بخاری، الصحیح، ۲ : ۶۹۱، رقم ۱۸۵۴)

’’اے فلاں ! اٹھو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ! شام ہونے دیجئے۔ فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو بناؤ۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ ! شام تو ہو جائے۔ فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ عرض گزار ہوا کہ ابھی تو دن ہے۔ فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو بناؤ۔ پس وہ اترا اور ان کے لیے ستو بنائے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرمائے پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے آ رہی ہے تو روزہ دار روزہ افطار کرے‘‘۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

(بخاري، الصحیح، ۲ : ۶۹۲، رقم : ۱۸۵۶)

’’لوگ ہمیشہ خیر وخوبی سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے‘‘۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ.

’’دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود ونصاری دیر کیا کرتے ہیں‘‘۔ (أبي داؤد، السنن، ۲ : ۳۰۵)

جیسا کہ پہلے یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ روزہ افطار کرنے کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا جونہی وقت شروع ہو جائے روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں حضور ﷺ روزہ افطار کس طرح فرماتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ.

’’حضرت معاذ بن زہرہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضور نبی کریم ﷺ جب افطار فرماتے تو کہتے۔ اے اللہ ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا‘‘۔

طبراني، المعجم الأوسط، ۷ : ۲۹۸، رقم: ۷۵۴۹، دار الحرمین القاهرة

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ فَعَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ.

’’جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر کھجور میسر نہ آئے تو پانی سے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

(ابی داؤد، السنن، ۲ : ۳۰۵، رقم : ۲۳۵۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ.

’’رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے تر کھجوروں کیساتھ روزہ افطار فرماتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خشک کھجوروں سے۔ یہ بھی نہ ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ پی لیا کرتے‘‘۔ (أحمد بن حنبل، المسند، رقم ۱۲۶۹۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ غروب آفتاب کے فوراً بعد روزہ افطار فرماتے تھے۔

معرفتِ گناہ اور درجاتِ توبہ

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

اللہ رب العزت کی محبت تمام مقامات قرب میں سے سب سے اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ اس مقامِ محبت کے حصول کے بعد نتیجتاً رضائے باری تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔ اس مقامِ محبت پر فائز ہونے اور رضائے باری تعالیٰ کے حصول کے لئے ''توبہ'' شرط ہے۔ توبہ کے تقاضوں اور شرائط پر حقیقی معنوں میں عملدرآمد کے نتیجہ میں ہی انسان محبت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوتا ہے اور پھر اسی مقام سے گزر کر ہی اُسے رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ انبیائے کرام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ، صلحاء، علماء اور عرفاء تمام توبہ کے مرحلہ سے گزر کر ہی مقامِ محبت پر فائز ہوئے اور رضائے الٰہی ان کا نصیب ٹھہری۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے: کہ اے ملک الموت! کیا تو نے کبھی دیکھا ہے کہ دوست دوست کو مار ڈالے؟ تو میری روح کیسے قبض کرنے آیا ہے؟ فرشتے نے یہ سوال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جا کر ابراہیم علیہ السلام سے پوچھو کہ تو نے کبھی دیکھا ہے کہ دوست دوست کی ملاقات کا انکار کرے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ملک الموت سے فرمایا: تو میری روح فوری قبض کر لے۔ دوست، دوست کی ملاقات کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

یہ وہ منزل ہے جو مقام محبت سے گزر کر ہی نصیب ہوتی ہے لیکن اس مقام پر فائز ہونے کی ابتداء توبہ سے ہوتی ہے۔ توبہ کے بغیر سفر طے نہیں ہوتا۔ عامۃ الناس یعنی ہم لوگ اخلاقی پستیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ گناہوں، ظلمتوں اور اندھیروں کا شکار ہیں۔ اگر حقیقی معنی میں توبہ کریں گے تو مقام محبت پر پہنچیں گے وگرنہ محبت کا خالی تذکرہ کرتے ہی رہ جائیں گے۔ جب تک ہم توبہ کی منزل عبور نہیں کریں گے، مقام محبت پر رہائش پذیر نہیں ہو سکتے۔ مقام محبت کو پانے کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے۔

توبہ کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.

اے ایمان والوں اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔ (التحریم، ۶۶: ۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کریمہ کی شرح اور تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا تب ہوتی ہے جب دل میں سچی ندامت اور احساس پیدا ہو، دل نادم و شرمندہ ہو۔ جب تک دل میں گناہ کا احساس پیدا نہ ہو اس وقت تک توبہ کا درجہ مکمل نہیں ہوتا۔ اس ندامت اور احساسِ گناہ کے بعد توبہ کرے، معافی و

استغفار کا طالب ہو اور اس کے بعد پختہ ارادہ کرے کہ پھر لوٹ کر اس گناہ کی طرف نہیں جائے گا۔ ان تین شرائط کے ساتھ کی گئی توبہ، حقیقی توبہ کہلاتی ہے۔ اس میں سے ایک چیز بھی رہ گئی تو وہ توبہ مکمل نہیں ہے۔

ہم لوگ جیسی توبہ کرتے ہیں، اس کے بارے حضرت رابعہ بصریہ فرماتی ہیں:

''ہمارے استغفار کو بھی استغفار کی ضرورت ہے''۔

یعنی صبح و شام ہم خدا سے معافی مانگتے ہیں لیکن اس معافی میں بھی (نعوذ باللہ) خدا کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب دوبارہ گناہ کی طرف لوٹنے کی گرہ نہ کھلے، دل کے اندر ندامت اپنے کمال اور جوبن پر پہنچے اور پھر گریہ و زاری اس بندے کی حالت ایسی بنا دے کہ دیکھنے والا کہے کہ اگر اس کو معاف نہ کیا تو یہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، ایسی مجموعی کیفیت توبہ کہلاتی ہے۔ جب بندہ توبہ کے اس کمال تک پہنچ جائے تو اللہ رب العزت اس کو مقام محبت سے نوازتا ہے۔ اولیاء اللہ اور عرفاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سات سال تک سچی توبہ کر کے گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے تو اللہ رب العزت آئندہ زندگی میں گناہوں سے اسے محفوظ رکھنے کے ذمہ داری لیتے ہوئے اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل فرما لے گا۔

معرفتِ گناہ اور انسانی طبیعت کی صفات

توبہ کس شے سے کرنی ہے؟ جب تک یہ سمجھ میں نہیں آئے گا، توبہ کارگر نہ ہوگی۔ یعنی یہ سمجھ تو آئے کہ اُن گناہوں کی نوعیت کیا ہے جن پر توبہ درکار ہے؟ ہم ہر گناہ پر سمجھتے ہیں کہ ایک جیسی توبہ سے کام چل جائے گا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ صوفیائے کرام نے گناہوں کی تقسیم کی ہے، پھر جیسا گناہ/ مرض پایا اس کا ویسا ہی علاج تجویز کیا۔ اس لئے کہ توبہ ایک علاج ہے کہ اپنے باطن کی وادی میں جھانکیں اور جیسا مرض/ گناہ ہو ویسی ہی توبہ/ علاج کیا جائے تاکہ اللہ رب العزت شفاء عطا فرما دے۔

ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں وہ ہر مرض کے لیے ایک دوا نہیں بتاتا۔ جس طرح ہر مرض کے لیے الگ دوا ہے اسی طرح ہر گناہ کے لیے توبہ بھی جدا ہے۔ اس لیے توبہ کرنے سے قبل جائزہ لینا ہے کہ ہم کن گناہوں/ امراض میں مبتلا ہیں۔ یعنی توبہ کے لیے گناہوں کی معرفت ضروری ہے اس لئے کہ ہم کئی بار ایسے کئی کام کرتے ہیں جن کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

معرفتِ گناہ کے لئے انسان کی طبیعت کی مختلف صفات کا مطالعہ ضروری ہے، جو انسان کے اعمال پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔ انسانی طبیعت کی درج ذیل چار صفات ایسی ہیں جو انسان کو آہستہ آہستہ گناہوں کی دلدل میں دھکیلتی چلی جاتی ہیں:

۱۔ صفتِ سبعیہ ۲۔ صفتِ بہیمیہ

۳۔ صفتِ شیطانیہ ۴۔ صفتِ ربوبیہ

آیئے ان چار صفات بارے تفصیلی جانتے ہیں:

۱۔ صفت سبعیہ

انسان کی طبیعت میں موجود پہلی چیز جو اس کو گناہوں پر اکساتی ہے وہ صفت سبعیہ ہے۔ اس صفت کے پائے جانے کے نتیجے میں اس شخص کے اندر غیض وغضب، بغض، کینہ، گالی گلوچ اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے منصوبہ بندی کرتے رہنا پایا جاتا ہے۔ جب یہ صفت اپنے کمال تک پہنچتی ہے تو وہ قتل تک کر گزرتا ہے۔

نفس کے اندر موجود یہ صفت، گناہوں کی طرف جانے والے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ جس کے نتیجے میں گناہوں کی طرف انسان کا سفر شروع ہوجاتا ہے۔ انسان کئی بار کہتا ہے کہ میرے اندر غصہ زیادہ ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کے نتیجے میں دیگر برائیاں بھی اس میں آجاتی ہیں۔

ضروری نہیں کہ ہر شخص غصہ کی شدت کی وجہ سے قتل کرنے تک کی نوبت کو جا پہنچے لیکن اس میں اس غصہ کی وجہ سے بقیہ امراض داخل ہوجاتی ہیں۔

۲۔صفت بہیمیہ

انسان کے نفس میں پائے جانے والی دوسری صفت، صفتِ بہیمیہ ہے۔ اس صفت کے نتیجے میں انسان لالچ، حرص، شہوت، برے اعمال، زنا، شراب نوشی، نشے کی رغبت، چوری کرنے کی عادات کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ ابتدا صفتِ سبیہ سے ہوتی ہے، غصہ، حرص، جھوٹ سے وہ سفر شروع کرتا ہے اور لڑائی جھگڑا و گالی گلوچ تک جا پہنچتا ہے۔ پھر جب دوسرا مقام آتا ہے تو پھر کرپشن، مالی خیانت، چوری، شہوت پرستی اور دیگر برائیوں اور گناہوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

۳۔صفت شیطانیہ

نفس انسانی کی تیسری صفت، صفتِ شیطانیہ ہے۔ شیطان نچلے دو درجے تک مداخلت نہیں کرتا بلکہ وہ نفس سے کام چلاتا رہتا ہے۔ نفس، انسان کو غصہ بھی دلواتا ہے، اس سے جھوٹ بھی بلواتا ہے اور ہم ہر چیز شیطان کے اکاؤنٹ میں ڈالتے رہتے ہیں جبکہ شیطان تیسرے درجہ پر معاملات کو کنٹرول میں لینے کے لئے خود آگے بڑھتا ہے۔

اس مرحلہ پر انسان صفاتِ شیطانیہ کا وارث بن جاتا ہے۔ اُس کے اندر حسد، سرکشی، حیلے، مکر، فریب، باطن اور نیت میں کھوٹ، نفاق، فساد اور دیگر امراض آجاتے ہیں۔ ذاتی مفاد پرستی اور خواہشات نفسانیہ سے اس نے گناہوں کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ اب اس تیسرے درجے پر اُس میں بغاوت و سرکشی اور حسد کے جراثیم آجاتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ ضروری نہیں کہ انسان ہر صفت کے کمال کو پہنچے بلکہ یہ تمام امراض اُس میں کسی نہ کسی حد تک ضرور پائی جاتی ہیں۔ سرکشی، بغاوت، مکر، فریب، دھوکہ ان تمام امراض کا شکار ہونے کے بعد وہ چوتھی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

۴: صفت ربوبیہ

درج بالا تین منازل کو طے کر کے جب انسان چوتھی منزل پر پہنچتا ہے تو اس کے اندر غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات پر فخر کرنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنی مدح خوانی، اپنی عزت کا تذکرہ پسند آنے لگتا ہے۔ اُس کو زیادہ نوازتا ہے جو اُس کے تذکرے زیادہ کرتا ہے۔ اس کو اپنی محفلوں سے اٹھا دیتا ہے جو اس کی عزت نہیں کرتا۔ جو اس کو اٹھ کر نہیں ملتا، اس کو نگاہوں سے گرا دیتا ہے اور جو اس کے ہاتھ چومتا ہے، اس کو آگے آگے رکھتا ہے۔ جس میں مجموعی طور پر یہ گناہ اکٹھے ہوجائیں تو گویا اس میں صفت ربوبیہ پیدا ہوجاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُس نے اصل میں خدا کی صفت میں سے حصہ مانگا ہے۔ صفتِ ربوبیت خدا کی شان ہے جب کہ یہ انسان خود زمین پر رب بن بیٹھا ہے اور اس معنی کی رو سے اُس نے شرک کیا ہے۔ ہم ان امراض کو گناہ نہیں سمجھتے جبکہ ان امراض کا شکار ہونے والا شرک کے درجے کا گناہ کرتا ہے۔ افسوس! ہم لوگ بالعموم انہی امراض اور گناہوں کا شکار ہیں۔

کوئی لاکھ کہتا پھرے کہ میں ان امراض کا شکار نہیں ہوں لیکن جب ان لوگوں کے اپنے ماتحت افراد کے ساتھ سلوک کو دیکھا جائے تو واضح نظر آتا ہے کہ یہ لوگ اپنے ماتحت افراد کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔ ان پر کئی بار کاموں کا اتنا بوجھ لادھ دیتے ہیں کہ جس پوزیشن میں خود اپنے آپ کو رکھنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہمیں اتنے کام دے دیئے جائیں تو بھاگ جائیں لیکن جن سے ہم کام لیتے ہیں اُن پر حد سے زیادہ اور بے جا بوجھ ڈالتے ہیں، ان سے ایسا سلوک ایسے کرتے ہیں کہ اگر ہمارے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جائے تو ہمیں پسند نہ آئے۔ گھروں

اور دفتروں میں ہم اپنے آپ کو فرعون سمجھتے ہیں، زمین پر معاذ اللہ چلتا پھرتا خدا سمجھتے ہیں۔ افسوس ہم جن گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتے، وہ ہی سب سے بڑے گناہ ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے باطن میں جھانکیں اور معلوم کریں کہ ہمارے اندر پہلے درجے کے امراض ہیں یا دوسرے درجے کے امراض ہیں، تیسرے درجے کے امراض ہیں یا چوتھے درجے کے امراض ہیں۔ ہم خود اپنے منصف بنیں، خود فیصلہ کریں اور پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان امراض کو چھوڑنے اور حقیقی توبہ بجا لانے کا وعدہ کریں۔ ہم عمومی توبہ تو کر لیتے ہیں کہ مولیٰ معاف کر دے۔ ہمارے ایسے عمل کے جواب میں اللہ رب العزت بھی عمومی فرما دے گا کہ اچھا معاف کیا۔ لیکن تہہ دل سے توبہ نہ کرنے اور توبہ کی شرائط پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے اندر موجود امراض دور نہیں ہوتیں اور نہ توبہ پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔ اگر اپنے مرض کی تشخیص کی پھر خصوصی طور پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس مرض سے نجات کی دعا کی جائے تب جاکر توبہ قبول ہوتی ہے۔

امراضِ قلب کا علاج

صوفیائے کرام کی زندگی اس نہج پر گزرتی تھی کہ وہ صبح و شام اپنے نفس کا محاسبہ اور اپنے باطنی امراض کی تشخیص و علاج کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اپنی زندگی اور اپنے شب و روز کا جائزہ لیتے تھے۔ اپنی روحانی امراض کی الگ فہرست مرتب کرتے، ان کے علاج کے لئے مجاہدہ و ریاضت کرتے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی طرف توجہ کرتے رہتے کہ فلاں فلاں مرض کتنی حد تک ختم یا کمزور ہوچکی ہے۔ اس طریقے سے پوری مانیٹرنگ کرتے اور اپنے گناہوں کو دور کرتے۔ نتیجتاً اللہ رب العزت کی اعلیٰ صفات میں رنگے جاتے اور قرب و معرفت الٰہیہ کے درجوں کو طے کرتے چلے جاتے۔

حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں ارشاد فرمایا:

کوئی شخص جب تحقیق کر لے کہ اُس میں کون سی امراض پائی جاتی ہیں تو پھر اس کی توبہ کا طریقہ جدا جدا ہے۔ اگر کسی کے اندر ایسے گناہ اور امراض پائے جاتے ہیں جو نظر آتے ہیں، زنا، شراب نوشی، چوری اور ایسے وہ تمام گناہ جو اپنی ظاہری ہیت اور حالت رکھتے ہیں، ان کی توبہ اور ان گناہوں سے نجات اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رات کی گریہ و زاری، قیام اللیل، طویل سجدہ ریزیوں اور توبہ میں ہے۔ یعنی نظر آنے والے گناہوں کا علاج نظر آنے والے اعمال سے کیا جائے۔

اگر اپنے باطن میں نہ نظر آنے والے گناہوں کو پاؤ مثلاً حرص، لالچ، مکر، فریب، جھوٹ، تکبر، رعونت، بغض الغرض وہ تمام امراض جو دل سے متعلق ہیں اور نظر نہیں آتیں، اپنی ظاہری شکل وصورت بھی نہیں رکھتیں تو ان کا علاج ایسے اعمال سے کیا جائے جو دیکھنے والے کو عبادت نظر نہ آئیں۔ یعنی اب ان امراض کے علاج کے لئے اولیاء اللہ کی صحبتیں اختیار کیا کرو اور خدا کی مخلوق کی خدمت کرو۔ یعنی نہ نظر آنے والے گناہ خدمت وصحبت سے دور ہوں گے۔

اگر حسد، غصہ، کینہ، بغض اور اس طرح کی دیگر امراض موجود ہوں تو لاکھ سجدے بھی کر لئے جائیں مگر ان امراض کا علاج نصیب نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ان امراض کا علاج ظاہری عبادت میں ہے ہی نہیں۔ لہذا جب تک خلقِ خدا کی خدمت پر کمربستہ نہ ہوا جائے اور جسمانی تکالیف و مشکلات برداشت نہ کی جائیں، اس وقت تک نہ ان امراض سے چھٹکارہ ملے گا اور نہ توبہ کا سفر طے ہوگا۔

منہاج القرآن کا طرۂ امتیاز

اسی لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے منہاج القرآن کی شکل میں ایک عظیم ٹریننگ سینٹر

عطا فرمایا کہ یہاں پر نظر آنے والے گناہوں کا علاج بھی پایا جاتا ہے اور نہ نظر آنے والے گناہوں کا علاج بھی پایا جاتا ہے۔ نظر آنے والے گناہ ہوں تو ان کے علاج کے لئے منہاج القرآن میں شب بیداریاں ہیں۔۔۔ حلقات درود ہیں۔۔۔ اوراد و وظائف ہیں۔۔۔ گریہ و زاری ہے۔۔۔ اعتکاف ہے۔۔۔ یہ تمام مواقع اللہ تعالیٰ نے منہاج القرآن کو عطا فرمائے کہ جس کے ذریعے نظر آنے والے گناہوں سے نجات پائی جاسکتی ہے۔

اور اگر باطن میں نہ نظر آنے والے امراض ہوں تو اس کا علاج بھی منہاج القرآن احیائے اسلام، تجدید دین اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے لئے کی جانے والی کاوشوں کے تناظر میں تنظیمی وتحریکی معاملات کی انجام دہی کی صورت میں دیتا ہے۔ یعنی لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے تنظیمی وتحریکی دورہ جات اور فیلڈ ورک دراصل ان نہ نظر آنے والے گناہوں/ امراض کا علاج ہے۔ سخت گرمی وسخت سردی سے بے نیاز ہوکر اللہ، اس کے رسول ﷺ، خلقِ خدا کی خدمت، غریبوں کا سہارا بننے، لوگوں کے دکھ میں شریک ہونے، الغرض اپنی جان کو مخلوق کی خدمت میں مصروف رکھنے سے اللہ رب العزت نظر نہ آنے والے گناہ دور کرتا چلا جاتا ہے۔

اگر فیلڈ سے متعلقہ تنظیمی وتحریکی امور کو قائدین وکارکنان مجاہدہ وریاضت نہ سمجھیں بلکہ ٹینشن اور ایک بوجھ سمجھ کر عمل کریں گے تو اس سے باطنی امراض کا خاتمہ نہ ہوگا۔ قائدین وکارکنان دور دراز علاقوں کا سفر اور خطابات اگر اپنے ذاتی مفاد، شہرت اور مال کی خاطر کریں گے تو یہ ان کے اور نظر نہ آنے والے گناہوں کے توبہ کے طور پر کارگر نہ ہوگا۔ گویا سخت موسم میں مشکلات برداشت کرنے کے باوجود روحانی امراض کے خاتمہ اور توبہ کا موقع ضائع کردیا گیا۔ لیکن اگر اس کو ریاضت سمجھا، اللہ کی بارگاہ میں نیت کی کہ مولیٰ میری اندر نہ نظر آنے والی فلاں فلاں امراض ہیں، تیرے راستے میں نکلا ہوں، مجھے ان امراض سے نجات عطا فرما تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور وہ ان امراض سے خلاصی حاصل کرلیتا ہے۔

قرون اولیٰ کے صوفیائے کرام کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی آدمی مرید ہونے آتا تو وہ اکثریت کو مرید نہ کرتے بلکہ چند گنے چنے افراد کو مرید کرتے اور پھر ان کی تربیت کیا کرتے تھے۔ ان مریدین، سالکین، طالبین کو سب سے پہلے دو/ اڑھائی/ پانچ سال خانقاہ کی خدمت اور صفائی پر لگاتے۔ تعلیم وتربیت، اوراد وظائف شروع نہ کرواتے تھے۔ کسی کو لنگر خانے پہ لگا دیتے تھے۔۔۔ کسی کو صفائی کے کام پر لگا دیتے تھے۔۔۔ کسی کی ذمہ داری خانقاہ میں رہنے والے سب لوگوں کو تہجد کے لیے اٹھانے پر لگا دیتے تھے۔۔۔ کسی کی ذمہ داری پانی گرم کر کے لوگوں کے لیے وضو کا اہتمام کرنے پر لگا دیتے تھے۔۔۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ جب کوئی شیخ کی بارگاہ میں جاتا تو اسے سیدھا تصوف اور معرفت کی بڑی بڑی چار باتیں بتائیں اور کہا اس پر عمل کریں، صوفی ہو جائیں گے۔ نہیں، بلکہ صوفیاء، و اولیاء اپنے مریدین کی امراض کی تشخیص کرتے ہیں۔ ان کو پہلے خلقِ خدا کی خدمت پر لگاتے ہیں، ان کا نفس مارا جاتا ہے۔ ان کی نہ نظر آنے والی امراض کا علاج پہلے کیا جاتا ہے پھر نظر آنے والی امراض کا علاج ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نظر آنے والی امراض چھوٹی ہیں اور نہ نظر آنے والی امراض بڑی ہیں۔

ایک جلیل القدر بزرگ نے فرمایا کہ میں اپنے شیخ کی صحبت میں ۲۰ سال رہا۔ ۱۸ سال انہوں نے مجھے ادب سکھایا اور ۲ سال علم سکھایا۔ ادب کیا تھا؟ ادب خلق خدا کی خدمت تھی۔ ۲ سال میں انہوں نے تصوف اور معرفت کا علم سکھایا۔ گویا ادب سکھانے میں علم سکھانے کی نسبت 10/9 گنا زیادہ وقت صرف کیا۔

جھولی ہی ہماری تنگ ہے۔۔۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم جیسے کمزور ایمان کے مالک ہر دن گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں پھر توبہ توڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر ارادہ کرتے ہیں کہ اس گناہ کی طرف نہیں لوٹیں گے، اپنے زبان کو برائی سے پاک کر لیں گے، اپنی نگاہوں کو نیک کرلیں گے، اپنی لالچ کو دور کر دیں گے، اپنے نفس کی خرابیوں سے نجات پا لیں گے لیکن پھر اُس طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ بالآخر اللہ کی رحمت سے مایوسی و ناامید کی طرف چلے جاتے ہیں کہ ہم اللہ کی بارگاہ سے شرمندہ ہیں، معلوم نہیں اب توبہ قبول ہو گی یا نہیں ہوگی؟

اللہ رب العزت کا کرم تو ایسا ہے کہ وہ معاف کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ جھولی ہماری ہی تنگ ہے ان کے ہاں کمی نہیں۔ وہ تو معاف کرنے کے لیے نداء دیتا رہتا ہے، آسانیاں پیدا کرتا ہے لیکن ہم ایسے بدبخت ہیں کہ خدا کی لاکھ نداء کے باوجود ہمارے دلوں، کانوں اور نگاہوں پر لگے قفل نہیں کھلتے اور ہم خدا کی ان نداؤں کو نہیں سنتے۔ پھر انہی نافرمانیوں، گناہوں، سرکشی، غرور و تکبر، حسد اور برے اعمال و افعال میں مبتلا رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل وحشی نے مکۃ المکرّمہ سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں ایک خط لکھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ دامنِ اسلام میں آ جاؤں۔ مگر قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو مجھے اس عمل سے روکتی ہے۔ جس میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًاo (الفرقان، ۲۵: ۶۸)

’’اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گا‘‘۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں تو ان تینوں افعال کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں نے قتل بھی کیا، میں نے زنا بھی کیا اور میں نے شرک بھی کیا۔ اب اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ان تینوں اعمال کرنے والوں کی معافی نہیں ہے۔ میں دائرہ اسلام میں تو آ جاؤں لیکن آگے کوئی منزل نہیں ہے۔ یہ امر مجھے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کو جب یہ خط پہنچا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ.

’’مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا‘‘۔ (الفرقان، ۲۵: ۷۰)

وہ اتنا بڑا ظلم کر کے اسلام میں داخل ہونا چاہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ میرے لیے کوئی سبب نہیں ہے۔ اللہ کا کرم دیکھیں کہ اللہ رب العزت اسی وقت اپنے نبی مکرم ﷺ پر ایک آیت نازل فرماتا ہے کہ اُس کو خوشخبری دیں کہ جو گناہ کر کے آئے اور سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ رب العزت اُن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ آقا علیہ السلام نے اُسے اس فرمانِ خداوندی سے آگاہ کیا۔ اس نے ایک اور خط لکھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بات سمجھ آ گئی کہ توبہ کرلوں تو معافی مل جائے گی لیکن آگے شرط ہے کہ اعمالِ صالحہ بھی کیے ہوں۔ مجھے اس بات کا معلوم نہیں کہ میں اعمالِ صالحہ کر بھی سکوں یا نہیں، پھر بات وہیں آ جاتی ہے کہ بخشش کا کوئی سامان نہیں۔

جب یہ خط آقا ﷺ کو پہنچا تو اللہ رب العزت کی بارگاہ سے پھر ایک آیت کریمہ تاجدارِ کائنات ﷺ پر نازل ہوئی، جس میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء، ۴: ۱۱۶)

’’بے شک اللہ اس (بات) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ) اس سے نیچے ہے جس کے لیے چاہے معاف فرما دیتا ہے‘‘۔

یعنی اللہ رب العزت نے اعمالِ حسنہ کا وہ پوائنٹ واپس لے لیا اور فرمایا کہ شرک کے سوا اللہ رب العزت ہر گناہ بخش دے گا بس تم توبہ کرنے والے بنو۔ جب یہ آیت کریمہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اسے بھیجی تو اُس نے ایک اور خط تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں لکھ دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس میں تو اللہ رب العزت نے ایک اور شرط عائد کر دی کہ جسے اللہ چاہے گا بخش دے گا کیا پتہ مولیٰ مجھے بخشنا ہی نہ چاہے۔ یہ نہ ہو کہ میں دائرہ اسلام میں آ جاؤں اور کوئی فائدہ نہ ہو۔

جب یہ خط تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ○ (الزمر، ۳۹: ۵۳)

’’آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے‘‘۔

اب اس آیت میں کوئی شرط نہ تھی۔ اللہ نے کسی اعمال صالحہ کی شرط نہ رکھی، بس کہا تم میری طرف سچی نیت اور دل سے توبہ کرنے والے بنو، خدا بخشنے والا ہے تمہیں بخش دے گا۔

اللہ رب العزت کی یہ وہ رحمت ہے جو رمضان المبارک کے مبارک شب و روز میں اپنے جوبن پر ہے اور ندا دے رہی ہے کہ اپنے گناہوں پر پشیماں و نادم ہونے والو!۔۔۔ رات کے اندھیرے میں گریہ و زاری و مناجات کرنے والو!۔۔۔ اگر پختہ عہد کرتے ہو کہ گناہوں کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ گے، اور سچے دل سے توبہ تائب ہوتے ہو تو آؤ میں تمہارے سارے گناہ بخش دوں اور تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں لے لوں۔ خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرنے والے اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی اتباع کرنے والے بنو، میں تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

اس طرح کی توبہ جس نے بھی کی، اللہ رب العزت نے اُس کو وہ اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے کہ جس کی کائنات میں مثال نہیں ملتی۔ جس نے اس طرح کی توبہ نہ کی اُس پر بھی اللہ اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتا بلکہ دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ اس کی طرف سے نداء آتی رہے گی کہ جب بھی اپنے گناہوں پر بخشش و مغفرت طلب کرو گے میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ جو توبہ کے طالب بنے، توبہ کی منزل کے مسافر بنے، انہوں نے اپنی زندگیوں کا رخ ہی بدل لیا، اپنے جینے کا انداز بدل لیا اور اُن کے صبح و شام تک بدل گئے۔ وہ ہستیاں جن پر عبادتیں ناز کرتی ہیں، عشق ناز کرتا ہے، راتیں ناز کرتی ہیں، مصلے ناز کرتے ہیں، سجدے ناز کرتے ہیں، جب ہم اُن ہستیوں کے معمولات اور حالات کا مطالعہ کریں تو حیرانی ہوتی ہے کہ حد درجہ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کے باوجود رب کائنات کی بارگاہ میں ہمہ وقت توبہ کرتے اور گریہ و زاری میں راتیں بسر کرتے۔ اگر ان مقبول و محبوب بندوں کا عالم یہ تھا تو ہم نافرمانی کی کن گھاٹیوں اور اندھیروں میں گم ہیں۔

آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک صحابی عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ رب العزت کو سب سے محبوب کیا چیز ہے؟ فرمایا: اللہ رب العزت کو سب سے

محبوب شے جوانی میں کی گئی توبہ ہے۔ اگر کوئی شخص جوانی میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے، ندامت کے آنسو بہائے، اللہ سے معافی کا خواستگار ہوتو اللہ رب العزت کو اس سے زیادہ محبوب پوری کائنات میں کوئی نہیں ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں، نیکی نہیں ہے، توبہ نہیں ہے تو آقا علیہ السلام کی شفاعت یقیناً ہم گناہگاروں کے لیے ہے۔ اس بات سے وہ لوگ حقیقی توبہ کی طرف نہیں آتے اور شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے نجات کی امید لگاتے ہیں۔ بلاشبہ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے نجات نصیب ہوگی مگر عمل اور توبہ سے عاری ایسی امید باندھنے والے لوگ سن لیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کو اپنا امتی تسلیم کریں گے تو تب ہی ان کی شفاعت کریں گے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے نافرمان ہیں، حضور ﷺ کی اتباع نہیں کرتے، حضور ﷺ اُن کو اپنا امتی کیسے مانیں گے۔۔۔؟ احادیث میں آتا ہے کہ ایسے گناہ گار کے لئے جب اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کو دوزخ میں دھکیل دو تو وہ اپنے ذہن پر بہت زور ڈالیں گے کہ حضور ﷺ کا اسمِ پاک یاد آ جائے اور وہ وسیلے کے طور پر پیش کر دیں مگر دوزخ میں ڈالتے وقت تک انہیں حضور ﷺ کا اسم پاک اللہ تعالیٰ یاد ہی نہ آنے دے گا۔ کیونکہ اگر حضور ﷺ کا اسم پاک وسیلے کے طور پر پیش کر دیا تو آگ اُن کو نہ جلائے گی۔ چونکہ ان کے گناہ اور نافرمانیاں ایسی ہیں کہ اسے ان کی سزا بھگتنا ہی ہے لہذا خدا ان کو تاجدارِ کائنات ﷺ کا اسم پاک لینے کی توفیق ہی نہ دے گا۔

یاد رکھ لیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے لیکن امید، صلہ تب دیتی ہے جب اُس کے ساتھ عمل بھی شامل ہو۔

اعمال کے اکارت ہونے کی وجوہات

چھ عمل، چھ چیزوں کے بغیر بے کار ہیں۔ اگر وہ چھ اعمال کر بھی لیے جائیں لیکن اُن میں وہ چھ اشیاء نہ پائی جائیں تو وہ عمل فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ وہ اعمال درج ذیل ہیں:

۱۔ خوفِ خدا ہے مگر گناہ سے اجتناب نہیں

کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں خوفِ خدا رکھتا ہوں لیکن گناہوں سے احتیاط نہ کرے تو وہ خوفِ خدا بیکار ہے۔ خوفِ خدا تب فائدہ دے گا جب وہ برے کاموں سے اجتناب کرے گا۔

۲۔ بغیر مجاہدہ کے امید

اگر یہی امید بنائے رکھیں کہ خیر ہو جائے گی، اللہ کرم کر دے گا، معافی ہو جائے گی۔ لیکن توبہ کی کاوش نہ کی، دل میں ندامت پیدا نہ ہوئی اور سچی توبہ و مغفرت کی طلب دل میں پیدا نہ ہوئی تو وہ امید انسان کے لیے بیکار ہے۔

۳۔ فقط نیت ہو اور پختہ ارادہ نہ ہو

اگر انسان آج توبہ کی نیت کرتا ہے اور یہ کہتا ہے میں گناہوں کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا لیکن دل میں ارادہ پختہ نہیں ہے، جھوٹی توبہ کرتا ہے، دل میں اُس گناہ کی لذت کا خیال بھی موجود ہے۔ مثلاً مال کی رغبت ہے، جھوٹ فریب کی رغبت ہے اور توبہ کرتا ہے کہ مولیٰ مجھے گناہ سے دور فرما لیکن دل میں یہ خیال بھی آ رہا ہے کہ اگر اللہ نے فلاں گناہ سے دور کر دیا مثلاً کرپشن سے تو خرچ کیسے چلے گا؟ یہ ارادے کی پختگی نہیں ہے۔ حقیقتاً پختہ اور سچا ارادہ ہو کہ مولیٰ مجھے اس گناہ سے نجات عطا فرما۔ اب میں مرتا مر جاؤں گا لیکن اس گناہ کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ جب تک یہ پختہ ارادہ دل میں گھر نہ کر لے اُس کو توبہ کے عمل سے فائدہ نہ پہنچے گا۔

۴۔ دعا ہو لیکن عملی کوشش نہ ہو

اگر صبح و شام انسان دعا کرتا رہا، اولیاء و بزرگان دین کی صحبت میں جا کر دنیاوی یا اخروی معاملات میں دعا کرواتا رہا کہ حضور! یہ دعا فرما دیں، فلاں گناہ سے نجات مل جائے، فلاں خیر مل جائے، فلاں مقدر ہو جائے۔ لیکن گناہوں

سے بچنے اور نیکیوں کی جانب گامزن ہونے کے لیے عملی کاوش نہ کی، احتیاط نہ کی تو بھی خالی دعا سے فائدہ نہ ہوگا۔

۵۔ استغفار ہو مگر دل میں ندامت نہ ہو

انسان صبح و شام استغفار کی تسبیح تو کرتا رہے، اللہ اللہ کرتا رہے، خدا سے توبہ تائب تو ہوتا رہے مگر اُس کے دل میں ندامت کا جذبہ نہ ہو۔ اُس کا دل اپنی ندامت کے کمال پر نہ ہو، وہ روتا نہ ہو، راتوں کو جاگتا نہ ہو۔ اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اور پھر بھی وہ سکون کی نیندیں سوتا ہو، اگر اس نے اپنا جسم بستر سے جدا نہ کیا ہو تو خدا کس بات پہ اسے معاف کر دے۔ اگر وہ سچا نادم تھا تو اُس کی نیندیں اجڑ جانی چاہیے تھیں، دن رات کا چین چلا جاتا، وہ جاگتا رہتا جب تک خدا اسے معاف نہ کر دیتا۔

۶۔ اصلاحِ باطن کے بغیر ظاہر کی اصلاح

ظاہری اعمال کو بہتر کرنے کی کوشش کرتا رہے، اپنا لباس پاک صاف کرتا رہے، ظاہری زیب و آرائش اور خوبصورتی کا لحاظ کرتا رہے لیکن اندر کی صفائی کا اہتمام نہ کیا۔ اندر وہی بغض، حسد، غصہ اور عناد کی پلیدیاں پالے رکھے تو اُس کی توبہ کا کوئی حاصل نہیں اور نہ اللہ کی بارگاہ میں اُس توبہ کی کوئی منظوری ہے۔

قبولیت توبہ کی علامات

آیئے! اب ان امور کا مطالعہ کرتے ہیں کہ توبہ کے عمل کے بعد وہ کیا علامات ہیں جن سے پہچانا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی:

۱۔ توبہ کی قبولیت کی پہلی علامت یہ ہے کہ برے دوستوں سے علیحدہ ہو جائے اور صالحین کی سنگت اختیار کر لے۔ جن سنگتوں میں وہ گناہ کا ارتکاب کرتا تھا اُن سنگتوں سے دور ہو جائے تا کہ وہ کبھی اُس کو اُس گناہ کی یاد دہانی نہ کروا دیں۔ وہ یادیں مٹ جائیں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ کا سفر جاری رہے۔

۲۔ قبولیتِ توبہ کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ بندہ ہر قسم کے گناہ سے کٹ کر اللہ کی اطاعت کی طرف توجہ مبذول کر لے۔

۳۔ دل کا ہر قسم کی دنیوی فرحتوں سے خالی ہو کر غمِ آخرت میں لگ جانا بھی قبولیتِ توبہ کی ایک علامت ہے۔

۴۔ ضرورت سے زیادہ مال و دولت کے پیچھے پاگلوں کی طرح نہ دوڑتا پھرے۔ جتنا اسے اللہ رب العزت نے دیا ہے اُس پر قناعت کرے، اس پر زندگی گزارے۔ زندگی کے جتنے لمحے باقی ہیں، خدا کو منانے میں صرف کرے۔ جو اُس کے پاس ہے اس کو محض بڑھانے میں نہ لگا رہے اور جو نہیں ہے اُس کے حصول کی کوشش نہ کرے تو یہ بھی توبہ کے قبول ہونے کی نوید ہے۔

ہمارا حال کتنا عجیب ہے کہ جو (مال و دولت) ہے اُس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جو (روحانیت و طہارت) سرے سے نہیں ہے اُس کو تھوڑا سا بھی حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ کاروبارِ دنیا کے لیے بیس تیس سال دل لگی سے کام کر لیتے ہیں۔ ابتداء سے ہی یہ ذہن بنا لیتے ہیں کہ تیس سال میں دنیوی اعتبار سے یہ پوزیشن حاصل کر لینی ہے لیکن اللہ کے راستے میں، اس کی محبت کی منزل کو پانے کے لیے چار دن عبادت کرنے کے بعد یا تو متنفر ہو جاتے ہیں کہ کچھ ملتا نہیں یا اپنے اوپر جھوٹ کا ایک لبادہ اوڑھ لیتے ہیں کہ جیسے سب کچھ مل گیا۔ اللہ رب العزت کے راستے میں صبر نہیں ہے، بیس تیس سال کی محنت برداشت نہیں ہوتی جبکہ دنیا کی ترقی کے لیے بیس تیس سال دے سکتے ہیں۔ اللہ کے راستے میں ہمیں یہ چیز سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کی محبت تب ملے گی جب اس کی راہ میں بھی مجاہدہ و ریاضت میں تیس سال محنت ہوگی۔ افسوس اس راستے میں ہم بہت جلد بازی کرتے ہیں۔

۵۔ جب بندہ احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ بھی ضائع نہ کرے۔ جہاں جہاں موقع ملے کہ ان اعمال سے اللہ رب العزت کے حکم کی بجا آوری ہوتی ہے وہیں اس کو ادا کرنے کی کاوش کرتا چلا جائے تو یہ بھی توبہ

اِنتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔ (ادارہ)

کی قبولیت ہی کا اشارہ ہے۔

یہ وہ علامات ہیں جو اس بندے سے ظاہر ہوتی ہیں جس کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگئی ہو۔ یہ باتیں وہ ہیں جو ہم ہمیشہ سنتے پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں ہماری زندگیوں میں تبدیلی پھر بھی نہیں آتی۔ ہم اسی ڈگر پر گامزن رہتے ہیں۔ یا تو ہمیں احساس نہیں ہے کہ ایک دن ہم نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے یا حیا جاتا رہا ہے اور خدا کا خوف نہیں ہے۔ ہم گناہوں میں یوں لت پت ہو گئے ہیں کہ اب دو چار گناہوں پر شرم نہیں ہوتی، افسوس نہیں ہوتا، ایسا خیال دل کو چبھتا نہیں ہے۔ پریشان نہیں کرتا، ہماری نیندیں نہیں جاتیں۔ بس زبان سے کہہ دیتے ہیں مولیٰ مجھے معاف کرنا، غلطی ہوگئی۔ بس معافی مانگتے ہوئے جیسا ہمارا طرزِ عمل ہوتا ہے ویسی ہی ''معافی'' ہمیں مل جاتی ہے۔

رمضان المبارک کے یہ بابرکت لمحات اللہ پاک نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے ہمیں عطا فرمائے ہیں جو ہمارے لئے غنیمت ہیں لہٰذا انہیں ضائع نہ ہونے دیں، ان سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ اللہ کی بارگاہ میں خلوص نیت، ندامت اور پختہ ارادہ کے ساتھ عہد کریں کہ اب گناہوں کی طرف واپس لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ اللہ کی بارگاہ میں ہمہ وقت استقامت کی دعا کیا کریں کہ اللہ ہمارا مددگار ہو اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم برے اعمال کی طرف لوٹ کر نہ جائیں۔

ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ چالیس سال میں نے ریاضت کی۔ پہلے بیس سال میں نے اپنے دل کی حفاظت کی، اسے گناہوں سے دور رکھا۔ دوسرے بیس سال میرے دل نے میری حفاظت کی اور اب بیس سال سے یہ حالت ہے کہ ہم دونوں کی خدا حفاظت کرتا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا حال اور قال ایسا بنالیں کہ خدا کی طرف سے ہمارے دل کی حفاظت ہونے لگ جائے اور اللہ رب العزت کی توفیق سے ہم اپنی زندگیوں کو بدل لیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے نقش قدم اور آپa کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ اولیاء، صلحاء اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اس مصطفوی مشن پر اپنا سفر کامیابی کے ساتھ جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سچے دل سے کی گئی ہماری توبہ اور ندامت کے آنسوؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نافرمانی پر مبنی ہمارے اعمال سے درگزر فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

رمضان المبارک

روحانی و معاشرتی اثرات اور تاریخی ایام

پروفیسر محمد الیاس اعظمی☆

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جن عبادات کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کا مقصد محض پوجا پاٹ اور چند مخصوص حرکات کی صورت میں چند رسومات کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ ان سب میں انسانی جسم و روح کی اصلاح اور بالیدگی کا ایک تصور کارفرما ہے۔ ان میں روحانی و مادی ہر دو اعتبار سے ایک فکر اور فلسفہ کارفرما ہے۔ ان سے کچھ مقاصد وابستہ ہیں جن کی تکمیل سے خالق کائنات اپنی شاہکار تخلیق انسان کی خاص نہج پر تربیت کرکے اسے مقاماتِ علیا پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ اس شہباز فطرت کو عالم ناسوت سے نکال کر عالم لاہوت و ملکوت میں محو پرواز کرنے کے لئے اس کے ظاہر و باطن کی تطہیر اور تزکیہ اولین شرط ہے۔ اس لئے خلّاقِ عالم نے اپنی قدرتِ تخلیق کے اس شاہکار کو نظام عبادات کی صورت میں ایک ایسا تربیتی نظام دیا ہے جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ الوہی نظام عبادت کے عناصر میں سے روزہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ذیل میں روزے کے روحانی اور سماجی و معاشرتی اثرات کے حوالے سے چند معروضات درج کی جارہی ہیں تاکہ قارئین رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں ان میں غوروفکر اور عمل کے ذریعہ سے کماحقہ روزے کے ظاہر و باطنی آداب کو پورا کرکے اس کی حقیقی روحانی برکات سے لطف اندوز ہوسکیں اور انعامات ربانیہ کے حق دار قرار پاسکیں۔

روزے کی روحانی حکمتیں اور ثمرات

ایک زمیندار جب کھیت میں بیج بوتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد زمین سے نرم و نازک اور ملائم کونپلیں نکلتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین میں کچھ خود رو جڑی بوٹیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں جو فصل کی افزائش میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ چنانچہ زمیندار گوڈی کرکے ان کو نکال دیتا ہے۔ اس طرح زمین کی افزائشی صلاحیت پوری طرح سے بیج کی طرف متوجہ ہوتی ہے نتیجتاً فصل عمدہ، بہتر اور نسبتاً زیادہ بھی ہوتی ہے۔ بلاتشبیہ و بلامثال سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے نفس انسانی میں پیدا ہوجانے والی روحانی امراض غفلت، ریاکاری، غرور و تکبر وغیرہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ روزے روح کی تقویت اور اخلاق فاضلہ و اعمال صالحہ کی ادائیگی اور ان کی لذت و کیف میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

ریاکاری کے جذبہ کی نفی

نماز، زکوٰۃ، حج اور دیگر عبادات اپنا ایک ظاہری وجود رکھتی ہیں۔ جن کی ادائیگی سے اکثر اوقات انسان کے اندر دکھلاوا اور ریاکاری کے جذبات بھی فروغ

☆ کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی

پانے لگتے ہیں، یوں ان سے اخلاص ایسی نعمت جو مقصود عبادت ہے، جاتی رہتی ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس سے ریاکارانہ جذبات کی نفی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور نہ کوئی طریقہ ہے جس سے روزہ دار کسی کو دکھا سکے کہ وہ روزے سے ہے۔ پس یہ اخلاص پر مبنی ایک ایسا معاملہ اور طریقِ بندگی ہے جو روزہ دار اور اس کے خالق کے درمیان ہی ہوتا ہے، کسی دوسرے کو اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

احساس بندگی اور حاکمیت الٰہیہ

بندے کو اس جوادِ مطلق نے طرح طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے جن سے وہ فائدہ اٹھاتا اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ خوردونوش سے متعلقہ نعمتوں سے جب چاہتا ہے اپنے ذوق طعامی کی تسکین کرتا ہے مگر روزہ ایک ایسا عملِ عبادت ہے کہ انواع و اقسام کی نعمتیں، مشروبات و ماکولات اس کے سامنے موجود ہوتے ہیں، کوئی روکنے والا بھی نہیں ہوتا لیکن روزہ دار محض اپنے رب کی بندگی کے احساس، اس کی تابع فرمانی اور اس کی خوشنودی کی خاطر غروب آفتاب تک بھوک، پیاس کو برداشت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے قلب و نظر اور فکرو احساس پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت یوں غالب ہوتی ہے کہ وہ غروبِ آفتاب سے ایک لمحہ پہلے بھی کچھ کھانے پینے کو اس حاکم مطلق کی نافرمانی سمجھتا ہے۔ وہ خوشی و مسرت کے ساتھ سرافگندگی کے جذبات سے اس لمحہ خیر کا انتظار کرتا ہے کہ جب وہ لذت و فرحت افطار سے شاد کام ہو اور اس منعم حقیقی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس کی بارگاہ میں کلمہ شکر ادا کرے۔ یہی وہ جذبہ ہے جو روزے کا مقصود اصلی ہے اور جسے ہر مسلمان کے اندر پیدا کرنا مطلوب ہے کہ انسان اس دنیا میں آتے ہی ایسا روزہ رکھے کہ اس کی افطاری اس کے سفر حیات کے اختتام پر دیدار الٰہی کے ساتھ ہو۔

اخلاق صالحہ کی افزائش

روزے کو اللہ رب العزت نے تزکیہ نفس اور تقویٰ کا عمل قرار دیا ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ اگر انسان ایک مہینہ میں آداب ظاہری و باطنی کو بجالاتے ہوئے اس کے روزے رکھ لے تو پھر اس کی برکات سے بندہ مومن کی سیرت و کردار میں صدق و اخلاص، زہدو ورع، صبرو استقامت، تحمل و برداشت، عبادت و ریاضت ایسے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں جو پورا سال انسان کو بادیۂ ضلالت میں بھٹکنے سے بچائے رکھتے ہیں اور انسان استقامت کے ساتھ نیکی وطہارت کی راہ پر چلتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر رمضان مبارک کا مہینہ آجاتا ہے جس میں پھر وہ ایک ماہ کی روحانی ورکشاپ میں تربیت لے کر رحمت خداوندی کے سایہ میں نئے سال میں قدم رکھتا ہے۔

روزے کے سماجی و معاشرتی اثرات

انسان معاشرے کی ایک اکائی ہے، بہت سے انسان ملتے ہیں تو ایک کنبہ وجود میں آتا ہے۔ بہت سے کنبے ملتے ہیں تو قبیلہ بنتا ہے اور متعدد قبائل ملتے ہیں تو معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ جس میں امیر غریب، کمزور و طاقتور، زبردست و زیردست، حاکم ومحکوم، صحیح وسقیم ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں اور باہم مل کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسباب معاش میں فرق ہونے کی وجہ سے ان کے سماج میں بھی نمایاں فرق اور تفاوت پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں عدم توازن جنم لیتا ہے۔ بہت سے لوگ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوتے ہیں، انہیں اپنے مال و اسباب کی بھی خبر تک نہیں ہوتی مگر ایسے لوگوں سے عددی اعتبار سے کہیں زیادہ تعداد میں وہ لوگ پائے جاتے ہیں جو دو وقت کی روٹی کو بھی ترستے ہیں۔

اسلام کے عطا کردہ نظام عبادت میں جہاں ہر مسلمان کے لئے انفرادی طور پر عبادت و بندگی کے ذریعہ قرب خداوندی پانے کا حکم ہے وہاں اجتماعی طور پر پورے معاشرے میں بندگی و عبادت کے عملی اظہار کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے کہ جس سے افراد معاشرہ میں ممکنہ حد تک توازن پیدا ہو اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے کہ جس میں ہر مسلمان خودی و خودداری کے مستحسن احساس کے ساتھ زندگی بسر کرسکے۔ اس حوالے سے روزے کے چند اہم سماجی و معاشرتی اثرات مختصر نکات کی صورت میں ملاحظہ ہوں:

۱۔ روزہ رکھنے سے اہل ثروت کے دلوں میں اکثر فاقہ سے رہنے والے دوسرے انسانوں کے لئے ہمدردی اورغم خواری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ وہ روزہ کی صورت میں عملی طور پر بھوک اور پیاس کے تجربہ سے گزر رہے ہوتے ہیں۔

۲۔ بھوک اور پیاس کا یہ تجربہ انہیں غریبوں اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ان کی مدد پر ابھارتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں جواد و کریم آقا ﷺ کی سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی سخاوت موسلا دھار بارش کی مانند ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوں تو حضور ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے مگر ماہ رمضان میں جب جبرائیل امین آپ سے ملاقات کرتے تو عام دنوں کی نسبت آپ ﷺ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔ (ظاہر ہے کہ یہ سخاوت آپ ﷺ کی اپنی امت کے غرباء پر ہی تھی)۔

۳۔ ماہ رمضان میں بالعموم لوگ صدقہ فطر کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور عام صدقہ کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ یوں ایک طرف دلوں سے دنیا کی محبت نکلتی ہے تو دوسری طرف صدقہ و زکوٰۃ کی ان رقوم سے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی مالی حالت بھی بہتر ہوتی ہے اور وہ معاشرے میں باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اس طرح معاشرے میں معاشی عدم توازن میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ماہ رمضان میں صدقہ و خیرات کی رغبت دلاتے ہوئے اس کے اجر وثواب میں بھی اضافہ کردیا جاتا ہے۔

۴۔ روزہ رکھنے سے انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح ایک اچھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جس کے افراد کے اندر اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ ماہ رمضان میں سحری و افطاری کی اوقات کار کے مطابق انجام دہی وقت کی پابندی کا درس ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ وہی قومیں ترقی و عروج کی منزل نشیں ہوتی ہیں جو وقت کی قدر کو پہچانتی ہیں اور اپنے فرائض کو وقت پر ادا کرتی ہیں۔

۶۔ ماہ رمضان میں معاشرے کی اخلاقی، قانونی، تہذیبی اور اجتماعی اصلاح کی فضا پیدا کرتا ہے۔ مسلم معاشرے کے تمام افراد کے اندر زبردست جماعتی احساس پیدا کرتا ہے۔

۷۔ روزہ امت مسلمہ میں ایک عالمگیر برادری کے احساس کو پختہ کرتا ہے۔

۸۔ نسلی اور طبقاتی تفاخر کو ختم کرنے میں روزہ اہم ترین کردار ادا کرتا ہے کہ جب افطاری کے وقت امیر و غریب سب ایک دستر خوان پر جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوکر خوشی و مسرت کی فضا میں روزہ افطار کرتے ہیں۔

۹۔ روزہ معاشرے میں رہتے ہوئے روزہ داروں کو ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس بھی دلاتا ہے اور پھر تکلیف میں مبتلا دوسرے بھائی کو اس سے نجات دلانے کے لئے اس کی مدد کرنے کے جذبات کو ابھارتا ہے۔

رمضان المبارک میں تاریخی ایام

رمضان المبارک فی نفسہ جہاں اپنے اندر بہت سی خیرو برکت رکھتا ہے وہاں تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات کی مناسبت سے اس ماہ مقدسہ میں مختلف تقریبات کا انعقاد اسلاف امت کا معمول رہا ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند تقریبات کا مختصر ذکر برائے افادۂ درج کیا جاتا ہے۔

۱۔یوم سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ (3 رمضان المبارک ۱۱ھ)

سیدۃ النساء العالمین، نور دیدۂ رحمۃ للعالمین حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ آپ ﷺ کی سب سے لاڈلی اور چہیتی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ولادت ۳۹ نبوی میں ہوئی۔ آپ کا لقب زہرہ، بتول ہے۔ آپ کا نکاح 18 سال 5 ماہ کی عمر میں حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ شکل وصورت اور سیرت و کردار میں اپنے والد گرامی تاجدار کائنات ﷺ سے کمال درجہ مشابہت رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

’’طور و طریق کی خوبی، اخلاق و کردار کی پاکیزگی اورنشست و برخاست کی شائستگی میں، میں نے فاطمہؓ بنت محمد ﷺ سے زیادہ کسی اور کو رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا‘‘۔

کتب حدیث میں آپؓ کے فضائل اتنی کثرت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ ان سب کے لئے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ ذیل میں صرف تین مختصر احادیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ جس میں سید عالم ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے اپنی نورنظر سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے شخصی فضائل و محاسن کو بیان فرمایا ہے:

☆ حضرت مسور بن مخزمہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا‘‘۔

(بخاری، الصحیح کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، ۳/۱۳۶۱، الرقم: ۳۵۱۰)

☆ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:

’’بے شک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے‘‘۔ (الحاکم، المستدرک، ۳/۱۶۷، رقم: ۴۷۳۰)

☆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ جب سیدہ فاطمہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو انہیں خوش آمدید (مرحبا) کہتے پھر ان کی خاطر کھڑے ہوجاتے، انہیں بوسہ دیتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھالیتے اور جب سیدہ فاطمہؓ، آپ ﷺ کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو مرحبا کہتیں، پھر کھڑی ہوجاتیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں۔ (ابن حبان، الصحیح، ۱۵/۴۰۳، رقم: ۶۹۵۳)

سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ اپنے بابا حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد چھ ماہ تک اس عالم رنگ و بو میں حیات رہیں مگر یہ چند ماہ فراق رسول ﷺ میں انتہائی کرب میں گزارے۔ حضور ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کو جو محبت تھی وہ ہمیشہ آپ کو بے چین رکھتی۔ بالآخر 3 رمضان المبارک سن ۱۱ ہجری کو آپ ﷺ کی محبوبہ بیٹی کا وصال ہوگیا۔

۲۔حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (۱۰ رمضان المبارک ۱۰ نبوی)

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد وہ مقدس اور خوش قسمت خاتون تھیں جنھوں نے نہ صرف سب سے پہلے نبوت کی تصدیق کی بلکہ آغاز اسلام میں ہی دعوت و تبلیغ دین کے مشکل اور کٹھن مراحل میں آپ ﷺ کی مشیر اورمعین و مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کی مثالی اور قابل

رشک ازدواجی رفاقت نے سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر بڑے گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ ﷺ اکثر سیدہ کا ذکر بڑے محبت بھرے انداز میں فرمایا کرتے تھے۔

خواتین میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف آپؓ ہی کو حاصل ہوا۔ اکثر مورخین کی رائے کے مطابق نبی اکرم ﷺ سے عقد مبارک کے وقت آپؓ کی عمر چالیس سال تھی جبکہ سید عالم ﷺ کی عمر شریف 25 سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ عرب کی ایک متمول ترین خاتون تھیں مگر دامن نبوت سے وابستہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی ساری دولت اپنے محبوب شوہر اور حبیب خدا ﷺ کے قدموں پر نثار کردی۔ نازونعم میں پرورش پاکر جوان ہونے والی یہ خاتون جنہیں حضور ایزدی سے زندگی کی ہر آسائش حاصل تھی اور عسرت و غربت کا کبھی منہ تک نہ دیکھا تھا مگر اسلام لانے کے بعد دین حق کی خاطر اپنے شوہر نامدار کی معیت میں شعب ابی طالب کے اذیت ناک شب و روز اس خندہ پیشانی کے ساتھ گزارے کہ کبھی کوئی حرف شکوہ لب پہ نہ آیا۔ آپ انتہائی زاہدہ، عابدہ، شاکرہ، مجاہدہ اور صابرہ خاتون تھیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے مقام و مرتبہ اور اللہ رب العزت کے ہاں ان کی قدرو منزلت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ ان سب کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں صرف چند احادیث کا ترجمہ نذر قرطاس کیا جاتا ہے:

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں کرتی جتنا حضرت خدیجہؓ پر حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پاچکی تھیں۔ میں آپ ﷺ کو ان کا (کثرت) سے ذکر فرماتے ہوئے سنتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ خدیجہ کو موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجئے۔ جب آپ ﷺ کوئی بکری ذبح فرماتے تو آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے کہ جو انہیں کفایت کرجاتا۔ (بخاری، الصحیح، کتاب: فضائل اصحاب النبی، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ وفضلھا: ۳/ ۱۳۸۸، رقم: ۳۶۰۵)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت حضرت مریمؑ ہیں اور (اسی طرح) اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت خدیجہؓ ہیں۔ (مسلم، الصحیح، کتاب فضائل صحابہ: باب فضائل خدیجۃ ام المومنین، ۴/ ۱۸۸۶، رقم: ۲۴۳۰)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل، نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے درآنحالیکہ حضرت خدیجہ بھی آپ کے پاس موجود تھیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہؓ پر سلام بھیجتا ہے۔ اس پر حضرت خدیجہ نے فرمایا بے شک سلام اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جبرائیل پر سلامتی ہو اور آپ ﷺ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں۔

(الحاکم، المستدرک، ۳/ ۲۰۶، رقم ۴۸۵۶)

نبی اکرم ﷺ کی یہ مونس و غمخوار، محسنہ اسلام ۱۰ نبوی میں ۱۰ یا ۱۱ رمضان المبارک کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوگئیں۔

۳۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ (۱۷ رمضان ۵۸ ھ)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ عالمہ، فاضلہ، محدثہ اور فقیہ امت تھیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے صرف آپ ہی کنواری خاتون تھیں جن کو حبالہ عقد میں لے کر حرم نبوت میں شامل کرنے کا شرف بخشا گیا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ فقہی مسائل میں راہنمائی لینے کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو آپؓ کے ساتھ کمال درجہ محبت تھی۔ احادیث طیبہ میں کثرت کے ساتھ آپؓ کے شخصی فضائل کو بیان کیا گیا ہے

چند فضائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جبرائیل امین آپؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے۔

۲۔ آپ ﷺ کو عورتوں میں سے سب سے زیادہ پیار حضرت عائشہؓ سے تھا۔

۳۔ حضرت عائشہؓ کے پاس جو کچھ بھی آتا وہ فی الفور اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتی تھیں۔

۴۔۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی اہلیہ بننے کا شرف ملے گا۔

۵۔۔ سیدہ عائشہؓ بڑی فصیح الکلام تھیں۔

۶۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! عائشہ تمہارے والد کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

۷۔ حضرت عائشہ شعر، فرائض اور فقہ کی سب سے بڑی عالمہ تھیں۔

۸۔ امت کی تمام عورتوں کے علم سے بڑھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم ہے۔

۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ قرآن مجید، حلال وحرام اور نسب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔

☆ ذیل میں مذکور چند خصائص ایسے ہیں کہ جو پوری امت میں سے صرف اور صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہی نصیب ہوئے کسی اور کا مقدر نہیں ہوئے۔

۱۔ حضرت عائشہؓ کی گود میں نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

۲۔ رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے وقت آپ ﷺ کا سر انور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی گود مبارک میں تھا۔

۳۔ وصال سے قبل آپ ﷺ نے جو مسواک فرمائی تھی وہ حضرت عائشہؓ نے اپنے منہ سے نرم کر کے آپ ﷺ کو پیش کی تھی۔

۴۔ وصال مبارک سے پہلے چند روز مرض الوصال میں حجرہ عائشہؓ کو ہی اقامت کے لئے شرف یاب کیا۔

۵۔ حضور ﷺ کا ابدی و دائمی راحت کدہ بننے کا شرف بھی حجرہ عائشہؓ کو حاصل ہوا۔

۶۔ حضرت سیدہ عائشہؓ کی برأت میں پوری سورۃ نور اتاری گئی۔

۷۔ امت مسلمہ کو تیمّم کی اجازت حضرت سیدہ عائشہؓ کے تصدق حاصل ہوئی۔

۸۔ آپؓ کی برکت سے ہی امت کو قانون قذف نصیب ہوا۔

۹۔ حضرت عائشہؓ کے متعلق ہی آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: مجھے عائشہؓ کے معاملہ میں اذیت نہ دیا کرو۔

۱۰۔ فرمایا: عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۱۱۔ امت کی اس عظیم فقیہ اور محدثہ نے دو ہزار دو سو دس (2210) ارشادات نبویہ کو امت تک پہنچایا یعنی روایت کیا ہے۔

آپ کا وصال مبارک سترہ رمضان المبارک اٹھاون ہجری (۵۸ھ) کو ہوا۔ جنت البقیع میں آپ کی مرقد پرانوار واقع ہے۔

۴۔غزوہ بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)

تاریخ اسلام کا پہلا معرکہ جب اسلام اور کفر۔۔۔حق اور باطل۔۔۔ سچ اور جھوٹ کی پہلی جنگ ہوئی۔ اس معرکہ میں فرزندان اسلام کی تعداد لشکر کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی۔ وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے بظاہر بہت کمزور تھے۔ جزیرہ عرب کا اجتماعی ماحول سراسر ان کے خلاف تھا۔ سردارانِ قریش ایک ہزار کی مسلح فوج لے کر 313 مجاہدین کی بے سروسامانی سے نبرد آزما ہونے کے لئے بڑے غرور ورعونت سے میدان میں آئے لیکن انہیں فیصلہ کن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مورخین اس معرکہ کو غزوہ بدر الکبریٰ غزوہ بدر العظمیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے

اسے یوم الفرقان کے لقب سے یاد فرمایا ہے یعنی وہ دن جب حق اور باطل کے درمیان فرق آشکار ہوگیا۔

معرکہ بدر ایک محیر العقول واقعہ ہے۔ نتیجہ کے اعتبار سے تاریخ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ۱۷ رمضان کو اسلامی فوج کے ۲۲ جانبازوں نے اپنی جانیں اپنے نصب العین پر نچھاور کیں۔ دوسری طرف دشمن کے 70 آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور اپنا کوئی آدمی ان کے ہاتھ دیئے بغیر ۷۰ ہی افراد کو جنگی قیدی بنایا۔ نیز مال غنیمت حاصل کیا۔ شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج جیسے سرداران قریش اسلامی تیغ جہاد کا لقمہ بنے۔ ان کی قیادت کی صفیں الٹ کر رہ گئیں۔ قریش کی کمر درحقیقت اسی پہلے معرکے میں ٹوٹ گئی اور ان کا غرورِ قوت پامال ہوکر رہ گیا اور مصطفوی انقلاب کی یہ تحریک یکا یک اپنا سر اونچا کرکے مستقبل کے نئے افق دیکھنے کے قابل ہوگئی۔

امت مسلمہ کو موجودہ زوال کی منحوس زنجیروں سے آزاد کرواکر پھر سے اوج ثریا پر فائز کرنے کے لئے اسی جذبہ ایمانی، اخلاص اور عشق رسول ﷺ کے پاکیزہ اور مقدس جذبات کو اپنے نہاں خانہ دل میں آباد کرنے، ذوق عبادت و اطاعت اور شوق شہادت کا چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ جن جذبوں کی حدت اور تمازت غزوہ بدر کے موقع پر صحابہ کرامؓ اپنے دلوں میں رکھتے تھے، آج پھر اسے انہیں زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

قرآن کے بیان کردہ اصول فتح مندی اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کی بلندیوں پر فائز ہونے کے لئے پہلے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کا مصداق اتم بننا شرط اول ہے۔

۵۔ فتح مکہ، فتح مبین (۲۰ رمضان المبارک ۸ ہجری)

بعثت نبوی سے لے کر ۸ ہجری تک کا اکیس سالہ دور پیغمبر امن و سلامتی، داعیان اخوت و محبت اور دین رحمت کے لئے بڑا ہی صبر آزما اور کٹھن دور تھا۔ اہل ایمان نے بڑی کسمپرسی کے عالم میں مکہ کو چھوڑا اور حرم کعبہ سے جدائی کا صدمہ اٹھایا تھا۔ مدینۃ المنورہ ہجرت کے بعد بھی ان کے دلوں میں اپنے وطن اور بیت عتیق کی محبت مچلتی رہتی تھی۔ وہ اپنے وطن مالوف کی محبت میں بے تاب رہتے تھے لیکن اب حالات ایسی کروٹ بدل رہے تھے کہ شمع توحید کے پروانے جنہیں مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور کردیا گیا تھا، وہ اپنی جبینوں میں سجدوں کی کرنیں سجائے دس ہزار کی تعداد میں اپنے مرشد و مربی آقائے دو جہاں ﷺ کی قیادت میں مکہ میں اس نرالی شان کے ساتھ داخل ہوتے ہیں کہ پوری فضا اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور تلبیہ سے گونج اٹھتی ہے۔ پرستاران توحید حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ سلام کے تعمیر کردہ کعبہ کو ان بتوں کی نجاست سے پاک کردیتے ہیں جو قطار در قطار حرمت کعبہ کو پامال کرتے ہوئے اس میں سجائے ہوئے تھے۔ آج ہر متکبر اور سرکش کا غرور خاک میں مل چکا تھا۔ اہل ایمان کے خون کے پیاسے گردنیں جھکائے نبی رحمت، روف و رحیم ﷺ کے حضور نیاز مندانہ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ انقلابات عالم میں سے اس عظیم ترین اور تاریخ انسانی کا منفرد ترین انقلاب کے بانی حضرت سیدنا محمد مصطفی ﷺ اپنے رب کریم کی حمد و ثناء میں مصروف، فتح و ظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچتے ہیں۔

اس وقت کعبہ شریف میں 360 بت نصب تھے۔ امام الموحدین، ہادی برحق ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی، زبان مبارک پر **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا.** ''حق آگیا، باطل مٹ گیا بے

شک باطل مٹنے ہی والا تھا''، کا ورد جاری تھا۔ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تو وہ اسی وقت منہ کے بل زمین پر گر جاتا۔ چشم فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا، نہ قیامت تک دیکھے گا۔ خون کے پیاسوں سے کہا جاتا ہے آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ جانی دشمن سے متعلق بھی یہ اعلان رحمت کر دیا گیا کہ

من دخل دار ابی سفیان فهو امن.

''جس نے ابوسفیان کے گھر پناہ لے لی وہ امن پا گیا''۔

یہاں تک کہ جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا وہ بھی امن پا گیا۔ یہ تھی وہ شان دار اور تاریخی فتح جس کو قرآن مجید نے فتح مبین قرار دیا تھا۔ یہ پاکیزہ ساعتیں بھی ماہ رمضان کے حصہ میں آئیں۔

٦۔ شہادت علی المرتضیٰؓ (۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی وہ ہستی ہے جو بچوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائی اور آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آغوش نبوت میں تربیت کا اعزاز حاصل ہوا اور دلبند رسول ﷺ سیدہ فاطمہ بتولؓ کے شوہر نامدار ہونے کا شرف ملا۔ آپؓ کے شخصی فضائل جو زبان نبوت نے ارشاد فرمائے اس قدر ہیں کہ ان کے بیان کے لئے کئی ضخیم دفتر درکار ہیں۔ فضائل مرتضوی میں چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

۲۔ حضرت علیؓ حضور ﷺ کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے لئے مگر آپ ﷺ کے بعد نبوت نہیں۔

۳۔ اللہ اور اس کا رسول حضرت علیؓ سے محبت کرتے ہیں اور حضرت علیؓ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔

۴۔ دعائے رسول ﷺ: اے اللہ! علی پر رحم فرما۔ اے اللہ! یہ جہاں کہیں بھی ہو، اس پر رحم فرما۔

۵۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

٦۔ علیؓ دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں اور میرے دوست ہیں۔

۷۔ حضور ﷺ کو عورتوں میں سے سب زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے۔

۸۔ فرمایا: اے لوگو! علی کی شکایت نہ کیا کرو، اللہ کی قسم وہ اللہ کی ذات میں یا اللہ کی راہ میں بہت سخت ہیں۔

۹۔ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۱۰۔ فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

۱۱۔ میرے بعد علی ہر مسلمان کا ولی ہے۔

۱۲۔ فرمایا: اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

۱۳۔ فرمایا: جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی، جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۱۴۔ فرمایا: مومن ہی علیؓ سے محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی علیؓ سے بغض رکھے گا۔

۱۵۔ عہد نبوی میں صحابہ منافقین کو ان کے حضرت علیؓ کے ساتھ بغض سے پہچانتے تھے۔

۱٦۔ فرمایا: جس نے علیؓ کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

۱۷۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

۱۸۔ فرمایا: علیؓ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔

۱۹۔ علیؓ اور قرآن کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ کوثر پر میرے پاس یہ دونوں اکٹھے آئیں گے۔

۲۰۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کردوں۔

۲۱۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کا ذکر بھی عبادت ہے۔

(مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے: غایۃ الاجابۃ فی مناقب القرابۃ، شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری، ۱۱۳۔۷۶)

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی جبکہ لقب حیدر تھا۔ نسب کے اعتبار سے آپ حضور ﷺ کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کا شمار السابقون اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے عہد نبوی اور عہد شیخین میں اسلام کے لئے بے مثل خدمات سرانجام دیں۔ غزوات میں شریک ہوکر شجاعت و بہادری کی تاریخ رقم کی اور فاتح خیبر کا لقب پایا۔

آپ کا عہد اگرچہ شورشوں کے گرداب میں رہا لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے عہد خلافت میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کے دوسرے عشرہ میں ایک روز آپ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو شقی القلب ابن ملجم جو مسجد کے ایک کونے میں چھپا ہوا تھا، اس نے اچانک آپؓ پر تلوار کے ساتھ حملہ کردیا جس سے آپؓ کے سر پر گہرا زخم لگا۔ اسی حال میں دو یا تین دن کے بعد ۲۱ رمضان المبارک کو مصدر ولایت، سرچشمہ علم و معرفت راہی ملک بقاء اور واصل باللہ ہوگئے۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ نے پڑھائی اور عربی نامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

۷۔ اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ رمضان المبارک کی عبادات میں سے اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جس پر نبی اکرم ﷺ نے مواضبط اختیار فرمائی یعنی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہر سال رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ

کان رسول اللہ ﷺ یعتکف العشر الاواخر من رمضان. (بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب لاعتکاف فی العشر الاواخر، ۲:۱۳، ۷۱۷، الرقم:۱۹۲۱)

''حضور ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے''۔

نفس انسانی کی اصلاح کے لئے اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر انسان دنیا کے سارے تعلقات و روابط کو چھوڑ کر محض رضائے الٰہی کے لئے رمضان کے صرف آخری دس دن اس کے تمام تر آداب و تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سنت نبوی ﷺ کے مطابق خلوت نشین ہوجائے تو اس ایک عشرہ کی روحانی برکات اور انوار و فیوضات سال بھر کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ اسی سنت نبوی کی بنیاد پر اہل اللہ کے ہاں خلوت نشینی اور چلہ کشی کا تصور پایا جاتا ہے کہ وہ دنیوی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوکر چالیس دن کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں اور فیوضات الٰہیہ سے اپنے ظاہر و باطن کو روشن و منور کرتے ہیں۔

مادہ پرستی کے اس دور میں انسان جب دنیا اور اس کی رنگینیوں میں اس قدر کھوچکا ہو کہ اپنے خالق کو بھی بھول چکا ہو ایسے میں دنیا و آخرت کی کامیابی کے طالب کے لئے ماہ رمضان کی یہ مقدس ساعتیں اور پرکیف دن اور راتیں غنیمت ہیں کہ وہ ان لمحات حیات کو ضائع کرنے کی بجائے ان میں کریم مالک کی بندگی کرکے اس کی کرم نوازیوں کا حق دار قرار پائے۔

۸۔ جشن نزول قرآن (۲۷ رمضان المبارک)

رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنا سنت صحابہؓ اور جمہور اہل اسلام کا معمول ہے۔ اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب کوئی قرآن مجید ختم کرتا تو دعا کے لئے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی دعوت دے کر بلالیا کرتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''چاہئے کہ ختم قرآن میں اپنے گھر والوں اور دوستوں کو شریک کرے۔ طبرانی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس دن وہ ختم قرآن کیا کرتے تھے تو اپنے کنبہ والوں کو جمع کرکے خدا سے دعا مانگا کرتے تھے۔ ابن ابی داؤد نے حکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مجاہد نے بلوایا اور جب میں وہاں پہنچا تو ابن ابی امامۃ بھی وہاں موجود تھے۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے آپ کو اس لئے بلوایا ہے کہ ہم قرآن ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد ہی سے روایت ہے کہ صحابہ ختم قرآن کے وقت جمع ہوجایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۲۹۷)

حضور غوث الاعظمؓ غنیۃ الطالبین میں روایت کرتے ہیں کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے سبز جھنڈا اور جلو میں ملائکہ کی ایک جماعت کو لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ جھنڈا کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں۔ جبرائیلؑ کے چھ سو بازو ہیں وہ اپنے تمام پر صرف شب قدر میں ہی پھیلاتے ہیں جو مشرق و مغرب سے بھی پرے نکل جاتے ہیں۔ جبرائیل فرشتوں کو امت محمدیہ میں داخل ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ فرشتے مسلمانوں میں داخل ہوکر قیام کرنے والے نمازی کو اور ذکر کرنے والے کو سلام کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ جب مسلمان دعا مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ حالت طلوع فجر تک جاری رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رمضان کی پاکیزہ ساعتوں کو غنیمت جانتے ہوئے حضور حق میں اخلاص و گریہ و زاری کے ساتھ دعا کے ذریعہ اپنے اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے خیرو برکت طلب کرنا ایک مومن صادق کا دینی فریضہ ہے جس سے کسی بھی صورت غافل نہیں ہونا چاہئے۔

خلاصۂ کلام

رمضان المبارک کی قدسی صفات ساعتوں اور پاکیزہ لمحات میں جو محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے روزہ رکھتا اور اس کے ظاہری و باطنی آداب کو بقدر طاقت پورا کرتا ہے تو وہ رب غفور الرحیم اس کے باعث روزہ دار کے سابقہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ موجودہ دور میں دین سے دوری اور غفلت کے باعث ہم حضور ایزدی میں قیام و سجود کی لذتوں سے محروم ہوچکے ہیں اسی حرماں نصیبی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ جو روزہ تو رکھتے ہیں مگر روزوں کے آداب و تقاضوں میں غفلت کی وجہ سے ان انعامات الٰہیہ سے محروم رہتے ہیں جو ماہ رمضان کے ساتھ ہی مختص ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی مخلوقات بالخصوص بندوں پر ہر لمحہ سایہ فگن رہتی ہے مگر رمضان کی شان ہی کچھ نرالی ہے کہ اس کے لیل و نہار اور شام و سحر میں اس کے دریائے رحمت میں کچھ اس قدر تموج پیدا ہوجاتا ہے کہ ان ساعتوں میں وہ ذات کریم اعمال صالحہ کے اجرو انعام میں اس طرح اضافہ فرماتا ہے کہ نفلی عبادت کا انعام فرائض کے برابر اور فرائض کا اجر ستر گنا تک بڑھا دیتا ہے۔

پس ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اپنے دنیوی معاملات سے بے نیاز ہوکر رمضان کے اس مقدس ماہ میں رب کریم کے در اقدس پر ایک فقیر کی صورت حاضر ہوجائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات کے مستحق ٹھہرسکیں۔

حضرت فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

حیات و سیرت کے چند گوشے

ریاض حسین چودھری

نسبت رسول اللہ ﷺ اور محبت رسول ﷺ ہی اساسِ دین اور معیارِ ایمان ہے اور پھر ہم غلاموں کے دامن صد چاک میں حضور ﷺ کی محبت کے سوا ہے بھی کیا۔ یہی ہمارا اثاثہ، یہی ہمارا سرمایہ حیات اور یہی ہمارا زادِ سفر ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کی پہچان بھی اسی نسبت مقدسہ سے ابلاغ پاتی ہے اور یہ سعادت کوئی کم سعادت نہیں بلکہ اس سعادت کے حصول کے بعد تو کسی دوسری سعادت کی تمنا ہی نہیں کی جاسکتی، اس کے بعد کوئی آرزو کرے بھی تو کس کی؟ حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو رسالت مآب ﷺ کے ساتھ اس قدر والہانہ عشق تھا کہ ہمہ وقت ماہی بے آب کی طرح آپ ﷺ کی محبت میں روتے رہتے۔ جونہی آپ ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، زبان ہمیشہ آپ ﷺ کے تذکار جلیلہ سے تر رہتی۔ کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنا آپ کا وظیفہ حیات تھا۔ نعت مصطفیٰ ﷺ سے اس قدر شغف تھا کہ کثرت کے ساتھ تلاوت کلام پاک کے علاوہ روزانہ تہجد کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف رخ کرکے قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرتے تھے۔

میں جو اک برباد ہوں آباد رکھتا ہے مجھے
دیر تک اسمِ محمدؐ شاد رکھتا ہے مجھے

مقامِ ملتزم پر حضرت فرید ملتؒ کا آنسوؤں، ہچکیوں اور سسکیوں کی زبان میں بارگاہ خداوندی میں دعا کرنا اور پھر تاجدار کائنات ﷺ کا دعا کی قبولیت کی بشارت دینا اور ان کا اپنے آقا و مولا سے وعدہ کرنا کہ حضور! طاہر جونہی سن شعور کو پہنچے گا، اسے خدمت اقدس میں پیش کردوں گا اور پھر ۱۹۶۳ء میں حضوری کے لمحات، سرور کون و مکاں ﷺ کی کرم نوازیاں، ان تمام سے حضرت فرید ملتؒ کے روحانی مرتبے کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے ایمان کی پختگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ نسبت رسول ﷺ نے انہیں ایمان و ایقان کی دولت سے کس حد تک سرفراز اور سرشار کررکھا تھا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں کہ قبلہ ابا جی ہر وقت تصورِ محبوبِ کبریا میں مستغرق رہتے۔ وہ عمر بھر قصیدہ بردہ شریف کے عامل رہے، قصیدہ بردہ شریف کے ۱۶۰ ابیات انہیں حفظ تھے۔ ان کا معمول تھا کہ ہر رات نماز تہجد کے بعد فجر سے پہلے حضور ﷺ کے شہر بے مثال کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتے اور قصیدہ بردہ شریف پڑھتے۔ بعد ازاں کھڑے ہوکر دست بستہ قصیدے کے اشعار اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ ناز میں پیش کرتے۔ اس قدر

روتے کہ ان کی ہچکی بندھ جاتی۔ وصال تک یہی معمول رہا۔

میں اپنے اشکوں سے روز کرتا ہوں آبیاری زمین دل کی
ریاض کشت مراد میری اسی لئے تو ہری بھری ہے

درود پاک بڑی کثرت سے پڑھتے، ہر وقت باوضو رہتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے سنت خداوندی کی تقلید کرتے، صاحب گنبد خضریٰ ﷺ کا اسم گرامی زبان پر آتا تو آنکھیں چھلک اٹھتیں اور بہر سلامی جھک جاتیں کہ آقا حضور! غلام زادے کا سلام قبول کیجئے۔ وہ اپنے ذاتی استعمال کی چیزیں بھی شہر حضور ﷺ سے لے کر آتے۔ مثلاً برتن، چادریں، کپڑے حتی کہ مسواک تک اور ہر آن اس حوالے سے اپنی نسبت قائم رکھتے۔

حضرت فرید ملتؒ کے ہمعصر اور ان کے دوست محترم ڈاکٹر احسان قریشی صابری نے نسبت رسول ﷺ اور حضور اکرم ﷺ کے عشق کے حوالے سے بتایا کہ ایک دن میں نے اقبال کی یہ رباعی پڑھی:

توغنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

''اے مالک تو غنی ہے اور میں ایک فقیر بے نوا قیامت کے دن میرا عذر سننا اور میری خطاؤں سے درگزر کرنا، اگر میرا حساب لینا ناگزیر ہو تو میرا حساب حضور ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل لینا، میں گنہ گار پر تقصیر اور شرمندہ امتی اپنے آقا ﷺ کی نگاہوں کا سامنا نہ کرسکوں گا''۔

قریشی صاحب کہتے ہیں کہ اقبال کی یہ رباعی سن کر حضرت فرید ملتؒ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کرسکے، ہچکی بندھ گئی اور دیر تک جذب و کیف کے اسی عالم میں رہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کما ل بے ادبی است

شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں اپنے والد گرامی کے معمولات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ابا جی پر کیف کا ایک عجیب عالم طاری رہتا۔ ادبِ بارگاہِ رسالت ﷺ اس قدر تھا کہ ہمیشہ حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھتے۔ میں ۶۳ء میں ان کے ساتھ تھا۔ رات ایک یا ڈیڑھ بجے مسجد نبوی کا دروازہ کھلتا، دروازہ کھلتے ہی لوگ نوافل ادا کرنے کے لئے ریاض الجنۃ کی طرف لپکتے لیکن ابا جی مجھے لے کر سیدھے حضور ﷺ کے قدموں میں پہنچ جاتے۔

قدموں کو چھوڑنا مرے بس میں نہیں حضور
قدموں ہی میں ریاض کو مرجانے دیجئے

ریاض الجنۃ میں بھی نوافل ادا کرتے لیکن زیادہ تر حضور ﷺ کے قدمین مبارک کی طرف ہی بیٹھتے اور نماز اشراق تک بیٹھے رہتے۔ ایک دن میں نے پوچھا ریاض الجنۃ میں آپ ذرا کم جاتے ہیں۔ فرمایا: بیٹا ہماری جنت یہی ہے۔

مدینہ منورہ میں شارع عینیہ (پرانی سبزی منڈی) کی طرف گنبد خضرا کا ایک خاص نظارہ ہوتا ہے وہاں دیر تک کھڑے رہتے اور سبز گنبد کی رعنائیوں کو دامن دل میں سمیٹتے رہتے۔ شہر دلنواز کی گلیوں میں چلتے پھرتے بھی رقت طاری رہتی، ہچکی بندھ جاتی، لیکن آواز بلند نہ کرتے کہ یہ ادب کے منافی ہے۔ ضبط کرتے کہ یہاں آنسوؤں کا رقصِ بے حجاب بھی سوئے ادب میں شمار ہوتا ہے۔ مسجد نبوی کے باہر محراب کی طرف یا پھر باب جبریل کے ساتھ حضور ﷺ کے قدمین مبارک کی سمت میں کھڑکی ہے، اس کے سامنے دست بستہ سلام عرض کرتے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ قصیدہ بردہ شریف پڑھتے وقت ابا جی اکثر آبدیدہ ہوجایا کرتے تھے۔ ساری ساری رات گریہ و زاری میں گزر جاتی، یہ شعر اکثر پڑھتے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر چھ سات سال ہوگی، رات آنکھ کھلتی اور ابا جی کو مصلے پر بیٹھے آنسو بہاتے

دیکھتا تو والدہ ماجدہ سے پوچھتا کہ ابا جی کیوں رو رہے ہیں تو وہ بتاتیں کہ بیٹا عبادت کررہے ہیں۔

بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام
خوب رو لیتا ہوں آقاؐ کی ثنا سے پہلے

اور پھر مجھے ۲۶ رمضان المبارک کی وہ رات بھی یاد ہے ابا جی علیل تھے، عیسیٰ خیل سے تقریباً ڈیڑھ بجے شب گھر پہنچا۔ وہ سردیوں کے دن تھے، ابا جی کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ نقاہت اور کمزوری کے باوجود ابا جی اس وقت بھی مصلے پر بیٹھے یادِ محبوب میں آنسو بہا رہے تھے۔ حضور ﷺ کے فضائل و شمائل اور شانِ اقدس کا ذکر حضوری کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر کرتے۔ کیف و سرور میں خود بھی جھومتے اور ان کے سامعین پر بھی بے خودی کی ایک کیفیت طاری ہوجاتی۔ توحید، معرفت اور عشق الٰہی کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک سی آجاتی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ ۶۹ء کی بات ہے ابا جی قبلہ کی آرزو تھی کہ میں ایم بی بی ایس کروں لیکن میرا رجحان اس طرف نہیں تھا۔ ایک دن ابا جی نے حکماً فرمایا کہ ایف ایس سی کا امتحان دو، داخلہ ہوگیا تو ٹھیک ورنہ جو اللہ کو منظور۔ ایف ایس سی میں میری فرسٹ ڈویژن تھی۔ نشتر میڈیکل کالج میں مقابلہ بڑا سخت تھا۔ آخری نشست میں ایک دوسرے امیدوار کے ساتھ ٹائی پڑگئی۔ ابا جی قبلہ کا معمول تھا کہ جب کوئی روحانی مسئلہ درپیش ہوتا، مشکل یا پریشانی وارد ہوتی تو قصیدہ بردہ شریف پڑھ کر سیدنا غوث الاعظم کے وسیلہ سے حضور ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اپنی مشکل پیش فرماتے اور رہنمائی کے طلب گار ہوتے۔

مجھے تو یہ سعادت اپنے بچپن ہی سے حاصل ہے
تصور میں درِ اقدس پہ جاکر چشم تر رکھنا

اباجی کا خیال تھا کہ ایم بی بی ایس کے بعد مدینہ منورہ میں ہی پوسٹنگ کرالیں گے، وہاں حضور ﷺ کے شہر اقدس کے باسیوں کی خدمت بھی کریں گے اور ساری عمر حضور ﷺ کے قدموں میں گزار دیں گے۔ فجر کی اذان ہوچکی تھی، میں مسجد جانے کے لئے سیڑھیوں سے نیچے اترا تو ابا جی سیڑھیوں کے سامنے کھڑے تھے۔ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: مبارک ہو، تمہاری جو خواہش تھی اللہ کو بھی یہی منظور ہے۔ میں نے پوچھا کس نے فرمایا؟ کہنے لگے: رات حضور ﷺ کی بارگاہ میں مدینہ منورہ میں مستقل قیام کی آرزو کی خواہش کا اظہار کرکے توجہ فرمانے کی درخواست کی تھی۔ رات خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھتا ہوں کہ دروازے کے سامنے بیٹھا ہوں ایک کار آکر رکی ہے۔ کار میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، دوڑ کر قدم بوسی کرتا ہوں۔ حضور ﷺ مجھے گاڑی میں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں، گاڑی چل پڑتی ہے۔ ایک صاحب پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا: اس شخص کو پہچانتے ہو؟ میں نے مڑ کر دیکھا اور کہا: ’’حضور ﷺ یہ تو علامہ اقبال ہیں‘‘۔ اس پر حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: ہم طاہر کو بھی ایسا ہی بنانا چاہتے ہیں۔ یہ خواب سنا کر ابا جی فرمانے لگے: میں تمہیں جسمانی امراض کا معالج بنانے کا سوچ رہا تھا لیکن سرکار ﷺ جسمانی مریضوں کی بجائے امت کے روحانی مریضوں کا علاج تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ اب طاہر بیٹے تمہارے مستقبل کے بارے میں میری منصوبہ بندی ختم، جن کی بارگاہ کے توسل سے تمہیں حاصل کیا تھا، وہ تم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟ تمہیں کیا ذمہ داری سونپتے ہیں؟ اس کی منصوبہ بندی بھی وہی کریں گے۔

حضرت فرید ملتؒ جس خزینہ معرفت سے اللہ تعالیٰ کے خصوصی لطف و کرم کے ذریعے فیضیاب ہوکر

روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو چکے تھے، آپؒ کی دلی خواہش تھی کہ یہ دولت عظمیٰ ان کے فرزند دلبند کو بھی نصیب ہو۔ اس لئے انہوں نے قائد انقلاب کو بچپن ہی سے باقاعدہ اور مسلسل تربیتی مراحل سے اپنی نگرانی میں گزارا۔ اپنی صحبت و تربیت کے زیر اثر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق و محبت، دین اسلام کی چاہت و رغبت اور روحانی اعمال و احوال کے ساتھ قلبی لگاؤ یہ تمام چیزیں بچپن ہی سے ان کے اندر راسخ کردی تھیں۔ سن شعور سے قبل ہی آپ کو اپنے ساتھ نماز ادا کرنے کی عادت ڈالی، اوائل عمری ہی میں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کی تکمیل کا اہتمام کیا اور بعد ازاں اپنی تربیت وصحبت سے رات کو اٹھنے کی عادت بھی قابل رشک طریقے سے پیدا فرمائی۔ انہوں نے اپنی زبان سے اپنے اس فرزند کو رات تہجد کے لئے کبھی نہ فرمایا کہ تہجد کے لئے اٹھو بلکہ معمول یہ تھا کہ جب خود اٹھتے تو سردیوں کی راتوں میں سوہن حلوہ یا بسکٹ یا ایسی ہی کوئی اور چیز تیار کرکے اس کے ساتھ دودھ گرم کرکے ان کے بستر کے قریب لاکر رکھ دیتے اور وضو کے لئے پانی خود اپنے ہاتھ سے گرم کرکے ان کے پاس رکھ دیتے۔ آپؒ کے قدموں کی آہٹ سے خود بخود محمد طاہر کی آنکھ کھل جاتی تو آپؒ کمال محبت و شفقت سے فرماتے ’’بیٹے میں نے تمہارے وضو کے لئے پانی گرم کرکے رکھ دیا ہے اور کچھ دودھ اور سوہن حلوہ ہے، وضو کرکے کھالینا‘‘ اس طرح ایک احسن ترغیب سے بالواسطہ ایک مستقل عادت شب بیداری آپ کے اندر پیدا کرنے کا اہتمام فرمادیا۔

شعور مقصدیت ایک عظیم نعمت ہے اور بامقصد زندگی گزارنے والا نہ صرف اپنی زندگی میں ایک تحریک ہوتا ہے بلکہ موت سے ہم آغوش ہوکر بھی لاکھوں زندگیوں کو مقصدیت کی نعمت عطا کرجاتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کا شمار یقیناً انہی ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زندگی کو زندوں کی طرح گزارا اور جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس امت کو ایک ایسا گوہر نایاب دے گئے، جو ایک جہان کو زندہ کررہا ہے۔ حضرت فرید ملتؒ نے اپنی پوری زندگی کا ماحصل ایک شخصیت کی صورت میں ہمیں دیا اور اس فرزند ارجمند کی تربیت کچھ اس انداز سے فرمائی کہ اب وہ ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک تحریک ہے جو منتشر ملت کو یکجا کررہی ہے۔۔۔ ایک جذبہ ہے جو ہر دل میں ولولہ پیدا کررہا ہے۔۔۔ ایک نور ہے جو ہر سو اجالا بکھیر رہا ہے۔۔۔ اور ایک انقلاب ہے جس سے باطل اور طاغوتی قوتوں کے ایوان تھرتھرا رہے ہیں۔

فرید ملت حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ واقعتاً ایک یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ آپ کی شخصیت ایک ایسا کثیر الجہت نگینہ ہے جس کی ہر ہر جہت اپنی آب و تاب اور چمک دمک کے اعتبار سے جداگانہ شان کی حامل نظر آتی ہے۔ آپ اپنے ہر ہر وصف اور شخصیت کے ہر ہر پہلو کے اعتبار سے نابغہ روزگار تھے۔ آپ جہاں علم و عرفاں کے میدان کے عدیم النظیر شہسوار تھے وہیں بحرِ معرفت کے مشاق شناور بھی تھے۔ جہاں ایک طرف توکل علی اللہ اور فقر و استغناء کی تصویر تھے وہیں زہدو ورع اور تقویٰ و طہارت کے پیکر مجسم بھی۔ جہاں ایک طرف ہمہ وقت عشق رسالتمآب ﷺ میں سرشاری و استغراق آپ کا طرہ امتیاز تھا، وہیں نسبت غوثیت مآبؓ میں گرفتاری بھی آپ کی پہچان تھی۔ شعروسخن کی دنیا ہو یا طب و ڈاکٹری کا میدان۔۔۔ نبض شناسی کا فن ہو یا تعلیم و تدریس کا ہنر۔۔۔ ہر ہر میدان میں یدطولیٰ کی حامل اس ہستی کے شخصی اوصاف اور ذاتی محاسن کا احاطہ ہم جیسے کج فہم اور کور ذوق افراد کے بس کی بات ہی نہیں۔

صاحبان عرفان ہر وقت خاموش اور پرسکون لبوں سے فریضہ دائمی میں مستغرق رہتے ہیں۔ واصلان حق

ہر وقت بارگاہ محبت میں حاضر اور رب کائنات کے حج میں مصروف و مشغول رہتے ہیں، اس عالم کیف و سرور میں انہیں سوائے اپنے مولا کے کسی کا وہم و خیال تک نہیں رہتا اور ہمہ وقت ان پر عجیب طرح کی معصومیت جلوہ گر رہتی ہے۔ حضرت فرید ملتؒ کی زندگی کے آخری دور میں ان پر یہی کیفیت طاری رہی۔ ان کی زندگی کا یہ دور سراسر روحانی دور تھا، جس میں صوفیانہ ذوق عروج پر تھا۔ اس دور میں آپ پر عشق و مستی، درد و سوز اور گریہ و زاری کی کثرت انتہا تک پہنچ چکی تھی۔

ان کی یہ حالت سراسر عشق مصطفیٰ ﷺ میں مکمل محویت کی عکاس تھی۔ اس دور میں مطالعہ کا ذوق جو سالہا سال پر محیط تھا آپ نے سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیا۔ قرآن و کتب حدیث کے علاوہ صرف ایک کتاب ان کی رفیق رہ گئی اور وہ تھی ''مثنوی مولانا رومؒ''، جسے رات گئے تک آپؒ اپنے ایک مخصوص مترنم انداز میں پڑھتے رہتے اور ساتھ ہی ہچکیاں لے کے روتے جاتے۔ رات کو مقررہ وقت پر مثنوی شریف پڑھتے اوراد وظائف کرنے کے بعد مصلے پر کھڑے ہوجاتے اور مسلسل چھ سات گھنٹے اسی حال میں گزار دیتے۔

آخری ایام میں آپ کا شب بیداری کا معمول بڑھ گیا تھا نوافل کثرت سے پڑھنے لگے۔ گریہ وزاری میں اضافہ ہوگیا۔ کافی کافی دیر تک بارگاہ الٰہیہ میں سجدہ ریز رہتے اور دیدار الٰہی کی طلب کے لئے رقت رہنے لگی۔ رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ تھی۔ تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت جاری تھی کہ دل کا دورہ پڑا اس علالت کے نتیجے میں 16 شوال ۱۳۹۵ھ (بمطابق 2 نومبر 1974ء) جان جان آفریں کے سپرد کی۔ آخری لمحات میں سراقدس قائد انقلاب کی گود میں تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن

ملک گیر احتجاج

حکومتی جے آئی ٹی کی رپورٹ کے خلاف

شہداء کی برسی کے موقع پر پروقار تقریب کا انعقاد

رپورٹ:
محمد یوسف منہاجین
محمد شعیب بزمی

سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تحقیقات کے لئے حکومت کی طرف شہداء کے ورثاء اور زخمیوں کی مشاورت کے بغیر تشکیل دی گئی یکطرفہ JIT کی رپورٹ 21 مئی 2015ء کو منظرِ عام پر آئی۔ یہ JIT چونکہ PAT اور شہداء کے ورثاء کو اعتماد میں لئے بغیر حکومت کے چہیتے افراد پر مشتمل تھی لہذا انصاف کی توقع تو پہلے ہی نہیں تھی۔ لہذا اس JIT کی کوئی بھی قانونی و اخلاقی حیثیت نہ ہونے کے باعث تحریک نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ JIT کی مکمل یک طرفہ کارروائی حکومتی رہنمائی و ہدایات کی روشنی میں چلتی رہی۔ رپورٹ میں اس سانحہ کی ذمہ داری وزیراعلیٰ، وزیر قانون اور FIR میں نامزد کسی بھی شخص پر نہ ڈالی گئی اور ان تمام نامزد ملزموں کو کلین چٹ دیتے ہوئے قتل کی ذمہ داری ایک ایس پی سلیمان علی خان پر ڈال دی گئی۔ مزید یہ کہ منہاج القرآن سے بھی پولیس والوں پر فائرنگ کرنے کا الزام لگاتے ہوئے کہا گیا کہ جو افراد شہید ہوئے ہیں وہ بھی انہوں نے خود ہی شہید کئے۔

سیاسی JiT کی جھوٹی رپورٹ

مرکزی صدر PAT محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے حکومتی جعلی JIT کی اس نام نہاد اور جعلی رپورٹ کو یکسر مسترد اور اس کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے خدشات سچ ثابت ہوئے کہ موجودہ قاتل حکمرانوں کے ہوتے ہوئے ہمیں انصاف نہیں ملے گا۔ جے آئی ٹی نے مظلوموں کو انصاف دلوانے کی بجائے قاتلوں کو محفوظ راستہ دیا۔ PAT پہلے بھی غیر ملکی سفارتکاروں، انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں اور یورپی یونین سمیت انصاف کے ہر فورم سے رجوع کر رہی ہے، اب اس مسئلہ کو مزید اجاگر کرے گی۔ ہمارے یہ مطالبات اب بھی قائم ہیں کہ دھرنے میں کیے گئے وعدے کے مطابق غیر جانبدار جے آئی ٹی تشکیل دی جائے جس میں پنجاب پولیس کا کوئی نمائندہ شامل نہ ہو۔ نیز ہمارے ہزاروں کارکنان پر قائم کیے گئے جھوٹے مقدمات کا جائزہ لینے کیلئے انہیں غیر جانبدار جے آئی ٹی کے سامنے رکھا جائے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا مقدمہ فوجی عدالت میں چلایا جائے۔ جسٹس باقر نجفی جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کو پبلک کیا جائے، جسے حکمران 8 ماہ سے دبا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے منصوبہ ساز میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف، ایف آئی آر میں نامزد وفاقی وزراء اور رانا ثناء اللہ ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن سے قبل سعد رفیق اور رانا ثناء اللہ کی طرف سے دی جانے والی سنگین نتائج کی دھمکیاں ریکارڈ پر ہیں جو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے منظم منصوبہ بندی اور وفاقی حکومت کے سانحہ سے تعلق کو ثابت کرتی ہیں۔

جے آئی ٹی میں ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا گیا اور حقائق مسخ کیے گئے۔ اس بات کے بھی ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ اس سیاسی جے آئی ٹی نے حکمرانوں کو بچانے کے لئے حکومت کی طرف سے ہی فراہم کردہ سکرپٹ کے مطابق لکھی گئی رپورٹ جمع کروائی۔

تمام ٹی وی چینلز نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی لمحہ بہ لمحہ فوٹیج بنائی، اس کے باوجود جے آئی ٹی میں ہمارے 3 ہزار کارکنوں کی موجودگی اور ہمارے طرف سے فائرنگ کا جھوٹ بھی انتہائی بے شرمی سے بولا گیا۔ تمام ٹی وی چینلز کے پاس فوٹیج موجود ہیں کوئی ایک فوٹیج دکھائی جائے جس میں ہمارے کسی کارکن کے ہاتھ میں اسلحہ ہو یا اس نے فائر کیا ہو؟

رانا ثناء اللہ نے پہلی جے آئی ٹی میں بیان حلفی دیا کہ تجاوزات ہٹانے کیلئے 16 جون 2014ء کو جو میٹنگ ہوئی میں نے خود اس کی صدارت کی۔ موجودہ جے آئی ٹی یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ رانا ثناء اللہ کا اس واقعہ سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوا؟ وزیر اعلیٰ نے بیان حلفی دیا کہ انہوں نے 17 جون کی صبح 9 بجے ڈاکٹر توقیر کے ذریعے پولیس کو پیچھے ہٹنے کا کہا جبکہ تمام شہادتیں 11:30 بجے کے بعد ہوئیں۔ یہ کیسے کہہ دیا گیا کہ اس واقعے سے وزیر اعلیٰ کا تعلق نہیں؟

جے آئی ٹی کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ بتاتی کہ 17 جون کے دن لاہور پولیس کو آخر کون کنٹرول کر رہا تھا؟ جے آئی ٹی میں کہا گیا کہ ڈی آئی جی آپریشن رانا عبدالجبار صبح 9 بجے جائے وقوعہ پر گئے، سوچنے والی بات یہ ہے کہ ڈی آئی جی آپریشن کے ہوتے ہوئے ایس پی سلیمان علی نے فائرنگ کا حکم کیسے دیدیا؟ ایس پی سلمان علی وزیر اعلیٰ کی حفاظت میں ہے، اب نہ سلمان علی کبھی سامنے آئے گا اور نہ کیس آگے بڑھ سکے گا۔

دھرنے کے دوران آرمی چیف کی ذاتی مداخلت پر ایف آئی آر درج ہوئی اس لیے ہمارا یہ مطالبہ کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس فوجی عدالت میں چلایا جائے کوئی غیر آئینی نہیں ہے۔ اس ملک کی پارلیمنٹ نے دہشتگردی کی عدالتوں پر عدم اعتماد کرتے ہوئے فوجی عدالتوں کے قیام کی ضرورت کو ناگزیر قرار دیا۔ فوج دہشتگردی کے خلاف جنگ کی قیادت کر رہی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن بھی دہشتگردی کا بدترین کیس ہے اگر یہ کیس فوجی عدالت میں جائے گا تو اس سے حکومت کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے"۔

انصاف کا خون

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جے آئی ٹی کی اس جعلی رپورٹ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ "شہدا کا خون اتنا سستا نہیں کہ قاتلوں کی بنائی جے آئی ٹی اس پر مٹی ڈال سکے۔ حکومتی جے آئی ٹی نے ڈھٹائی سے حقائق مسخ کئے اور انصاف کا جنازہ نکالا۔ مظلوموں کیلئے آواز بلند کرنے پر اینکر پرسنز، سول سوسائٹی، ہم خیال جماعتوں کے سربراہان اور بالخصوص پنجاب اسمبلی کی اپوزیشن کے مشکور ہیں جنہوں نے قتل و غارت گری اور ظالم حکمرانوں کے خلاف اسمبلی اجلاس سے واک آؤٹ کیا۔ حکومتی جے آئی ٹی نے جس ڈھٹائی کے ساتھ منصوبہ سازوں اور اصل قاتلوں کو کلین چٹ دی وہ شرمناک اور قابل مذمت ہے۔ ذاتی ملازموں اور تابعدار نوکروں کی جے آئی ٹی نے وہی رپورٹ جاری کی جو انہیں فراہم کی گئی تھی۔

جے آئی ٹی رپورٹ مضحکہ خیز اور انصاف کا خون ہے۔ ہمیں نواز شریف، شہباز شریف، رانا ثناء اللہ، آئی جی اور توقیر شاہ کے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہونے کے حوالے سے رتی برابر بھی شک نہیں۔ ہم اس مضحکہ خیز رپورٹ کو مسترد کرتے ہیں، انصاف لینے سڑکوں پر آ گئے ہیں اور اپنا یہ حق انصاف ملنے تک استعمال کرتے رہیں گے۔

ہم پر حکومت سے ڈیل کرنے کے الزامات لگائے جاتے ہیں، ڈیل کرنے یا ایسی پیشکش پر غور کرنے اور ڈیل کے جھوٹے الزام لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ مجھے خریدنا تو دور کی بات، حکمران ہمارے غریب شہید کارکنوں کے لواحقین کو لاکھوں اور کروڑوں کی آفر دینے کے باوجود نہ خرید سکے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن حادثہ نہیں، طویل منصوبہ بندی کا بدترین نتیجہ ہے۔

حکمرانوں نے اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کیلئے پولیس میں دہشت گرد، انتہا پسند اور اجرتی قاتل بھرتی کرر کھے ہیں جو تنخواہ خزانے سے لیتے ہیں اور کام حکمرانوں کا کرتے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں کو سزا مل جاتی تو ڈسکہ کا واقعہ نہ ہوتا۔

اگر حکمران خود کو بے گناہ سمجھتے ہیں تو وہ شہداء کے لواحقین کی تائید والی غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل سے خوفزدہ کیوں ہیں؟ اگر حکمران فوج کو غیر جانبدار سمجھتے ہیں تو مقدمہ فوجی عدالت میں بھجوائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ایف آئی آر کے اندراج میں کردار ادا کرنے والے پاک فوج کے سپہ سالار انصاف دلوانے میں بھی کردار ادا کریں‘‘۔

قاتل وزیر قانون کی دوبارہ تقرری

JIT کی اس رپورٹ کے بعد گویا حکمرانوں کو کلین چٹ مل گئی۔ وزیراعلیٰ نے رانا ثناء اللہ کو 29 مئی 2015ء کو دوبارہ وزارت قانون کا قلمدان سونپ دیا۔ سب سے بڑے قاتل کو وزیر قانون بنا کر انسانیت اور قانون کا مذاق اڑایا گیا۔ نام نہاد جمہوری وزیراعلیٰ کی انصاف اور جمہوریت سے وابستگی کے نعروں کی اصلیت قوم کے سامنے آ گئی۔ رپورٹ مکمل ہونے سے پہلے رانا ثناء اللہ کی وزیر قانون کے طور پر دوبارہ تقرری اندھیر نگری، لاقانونیت اور 14 معصوم شہریوں کے خون سے مذاق ہے۔ کیا 14 شہیدوں اور 90 شدید زخمیوں کو انصاف مل گیا جو ایک قاتل کو کابینہ میں شامل کر لیا گیا؟ جے آئی ٹی کے سربراہ نے 42 گواہوں کو 30 مئی 2015ء کے دن 10 بجے گواہی کیلئے طلب کر رکھا تھا جبکہ 29 مئی کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ایک قاتل رانا ثناء اللہ نے وزارت کا حلف اٹھا لیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب، رانا ثناء اللہ اور جے آئی ٹی کے سربراہ اس بات کا جواب دیں کہ ابھی جے آئی ٹی کی تحقیقات جاری ہیں تو اس جے آئی ٹی کی رپورٹ کی آڑ لے کر مرکزی قاتل نے وزارت کا حلف کیسے اٹھا لیا۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے رانا ثناء اللہ کو دوبارہ وزیر قانون بنائے جانے پر ردعمل دیتے ہوئے فرمایا کہ

’’قتل کی ایف آئی آر کے نامزد ملزم کو کابینہ میں شامل کر کے پنجاب حکومت نے پوری دنیا کو پیغام دیا ہے کہ وہ آئین و قانون کو مانتی ہے اور نہ اس کی کوئی سیاسی و جمہوری اخلاقیات ہے۔ عدالت رانا ثناء اللہ کو کلین چٹ دیتی تو قاتل بے گناہی کے دعویٰ میں حق بجانب ہوتے۔ گریڈ 19 کے ملازم کی سربراہی میں قائم جے آئی ٹی کی غیر تصدیق شدہ رپورٹ درحقیقت ہائیکورٹ کے سینئر جج سید باقر نجفی کی تحقیقات پر عدم اعتماد ہے۔ ہم اچھی شہرت والے پاکستانی افسران پر مشتمل غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل چاہتے ہیں ورنہ یہاں قتل کیس میں سکاٹ لینڈ یارڈ کی طرف سے تحقیقات کئے جانے کی مثال بھی موجود ہے اور تنہا آئی ایس آئی کے افسر کی طرف سے بھی تفتیش کرنے کی مثال موجود ہے اور ان دونوں مثالوں کا تعلق بھی پنجاب سے ہے۔ سکاٹ لینڈ یارڈ نے محترمہ بینظیر بھٹو شہید کے واقعہ کی تحقیقات کیں اور سیالکوٹ جیل میں ججز قتل کیس میں آئی ایس آئی کے کرنل نے تفتیش کی۔

رانا ثناء اللہ کی دوبارہ کابینہ میں شمولیت ملکی تاریخ کا سیاہ ترین واقعہ ہے۔ اب پنجاب میں مزید بے گناہوں کا خون بہے گا اور ظلم و بربریت کا بازار گرم ہوگا۔ جس کیس میں شریف برادران ملوث ہوتے ہیں اس میں کوئی سوموٹو ایکشن بھی نہیں ہوتا۔ انسانی حقوق اور وکلاء تنظیمیں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ہونے والی غنڈہ گردی کے خلاف آواز اٹھائیں ورنہ بااثر اور طاقت کے نشے میں بدمست حکمران اپنے مذموم مقاصد کیلئے بے گناہوں کا خون بہاتے رہیں گے‘‘۔

ملک گیر احتجاج اور شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کیلئے تقریبات کا انعقاد

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ظلم کے خلاف، انصاف کے حصول اور جعلی JIT کی جھوٹی رپورٹ کے خلاف پاکستان عوامی

تحریک اورتحریک منہاج القرآن کے پاکستان بھر کے کارکنان نے 40 سے زائد درج ذیل شہروں میں پرامن احتجاج کیا:

☆23 مئی 2015ء: شیخوپورہ، ننکانہ
☆24 مئی: لاہور، سیالکوٹ، گجرات، ساہیوال، فیصل آباد
☆ 29 مئی: گوجرانوالہ، نارووال
☆ 30 مئی: اوکاڑہ، ہارون آباد
☆ 31 مئی: ملتان، وہاڑی، جہلم، رحیم یار خان، لیہ
☆ 5 جون: حافظ آباد، بھکر، جھنگ، بہاولپور، چشتیاں، خانپور
☆ 6 جون: خوشاب، گوجرہ، چنیوٹ
☆ 7 جون: اٹک، میانوالی، پاکپتن، سرگودھا، ڈی جی خان
☆ 12 جون: مظفر گڑھ، راجن پور، دیپالپور
☆ 14 جون: اسلام آباد، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہری پور، پشاور، ڈی آئی خان، سکھر، حیدر آباد، لاڑکانہ، کراچی، کوئٹہ، سبی، نواب شاہ

ان تمام شہروں میں ہونے والے احتجاجات میں ہزاروں افراد نے خصوصی شرکت کی۔ ان احتجاجات کی قیادت محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم شیخ زاہد فیاض، محترم بشارت جسپال، محترم فیاض وڑائچ، محترم بریگیڈیئر (ر) مشتاق احمد، مرکزی صوبائی و ڈویژنل قائدین تحریک، PAT، یوتھ لیگ، MSM، علماء کونسل، ضلعی و تحصیلی اور مقامی وعلاقائی تنظیمات کے عہدیداران نے کی۔ جوش و جذبات سے معمور شرکاء احتجاجات نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف حکومتی ہتھکنڈوں، جعلی JiT اور اس کی جھوٹی رپورٹ کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اپنے شہید بہن بھائیوں سے اظہار یکجہتی کیا اور ظلم کے اس نظام کے خلاف اپنی جدوجہد کو انصاف کے حصول تک جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔

ان تمام پروگرامز کی تفصیلات اور تصاویر www.minhaj.org اور www.pat.com.pk پر ملاحظہ فرمائیں۔

ان احتجاجات کے علاوہ مرکزی سطح پر شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے اور اس سانحہ میں زخمی ہونے والے افراد کی قربانیوں کو سلام پیش کرنے کے لئے بھی درج ذیل پروگرامز منعقد ہوئے۔

یادگارِ شہدائے ماڈل ٹاؤن

17 جون 2014ء (سانحہ ماڈل ٹاؤن) 10 اگست (یوم شہداء) اور 31،30 اگست 2014ء (انقلاب مارچ اسلام آباد) میں ریاستی دہشت گردی کا شکار ہونے والے معصوم اور نہتے کارکنان تحریک کی قربانیوں اور شہادتوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے مرکزی سیکرٹریٹ پر یادگار شہداء قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی سیکرٹریٹ میں 5 جون 2015ء کو یادگار شہداء کا سنگ بنیاد رکھنے کی پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں شہداء کے ورثاء اور ان سانحات میں زخمی ہونے والے افراد نے خصوصی شرکت کی۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی اہلیہ محترمہ نے شہداء کے خاندان کے افراد اور زخمیوں کے ساتھ مل کر شہدائے ماڈل ٹاؤن و انقلاب مارچ کی یادگار کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جے آئی ٹی نے قاتلوں کو کلین چٹ دے کر ہمارے زخم تازہ کر دیئے۔ شہداء کے لواحقین سے وعدہ ہے جب تک سانس باقی ہے انصاف کیلئے جدوجہد جاری رکھیں گے۔ شہداء کے عظیم اور صبر و ہمت والے لواحقین کی استقامت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ شہیدوں کا خون ہے جو ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔ نمرود اور فرعون نے بھی اپنا اقتدار بچانے کیلئے قتل عام کروایا تھا مگر وہ احتساب اور انجام سے نہ بچ سکے۔ حکمرانوں کے خزانوں میں اتنا پیسہ نہیں کہ وہ ڈاکٹر طاہرالقادری کے باہمت اور پرعزم کارکنوں کو خرید سکیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن پوری دنیا کیلئے ایک دردناک اور المناک واقعہ

ہے۔حکمرانوں نے بے گناہوں کا خون بہا کر اپنے چہروں پر جو سیاہی ملی اس کے داغ قیامت تک نہیں دھلیں گے۔

تقریب سے امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، مرکزی صدر ڈاکٹر رحیق عباسی، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خاں، ویمن لیگ کی صدر فرح ناز، جواد حامد، راجہ زاہد، حافظ غلام فرید و دیگر رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔

☆ 10 جون 2015ء کو مرکزی منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام لبرٹی چوک لاہور میں خواتین اور بچوں کی واک ہوئی اور شہداء کی یاد میں شمعیں روشن کی گئیں۔ اس تقریب میں دیگر تنظیمات، سول سوسائٹی اور عامۃ الناس میں سے کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

☆ خونِ شہداء سے وفا کا عزم لئے یوتھ لیگ اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیر اہتمام پنجاب اسمبلی کے سامنے چیئرنگ کراس پر 15 جون تا 17 جون تک 3 روزہ احتجاجی کیمپ لگایا گیا۔ اس کیمپ میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت نے اظہار یکجہتی کے طور پر خصوصی شرکت کی اور حکومت کے اس دہشت گردانہ اقدام کی پرزور مذمت کرتے ہوئے ہر صورت انصاف کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا۔

☆ شہداء کی عظمت کو سلام پیش کرنے اور ہر سطح پر حکومت کے اس ناروا سلوک کو اجاگر کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے آفس میں بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کی یادداشت پیش کی گئی۔ علاوہ ازیں تمام سفارت خانوں اور یورپی یونین کو بھی اس ضمن میں خطوط ارسال کئے گئے جس میں اس سانحہ کا عالمی سطح پر نوٹس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔

شہداء کی برسی کے موقع پر مرکزی تقریب

16 جون 2015ء کو مرکزی سیکرٹریٹ کے سامنے منہاج القرآن گراؤنڈ میں پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام شہداء ماڈل ٹاؤن (17 جون)، شہداء 10 اگست (یوم شہداء) اور شہداء انقلاب مارچ اسلام آباد (30، 31 اگست) کی قربانیوں کو خراج عقیدت اور زخمیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے پروقار تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا۔ جس میں لاہور ڈویژن سے ہزاروں کارکنان نے شرکت کی جبکہ منہاج TV کے ذریعے پوری دنیا میں موجود کارکنان و تنظیمات اس تعزیتی ریفرنس میں شریک تھے۔ اس تقریب میں لندن سے ویڈیو لنک کے ذریعے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی خصوصی طور پر شریک تھے۔ محترم قاری اللہ بخش نقشبندی نے تلاوت کلام مجید اور محترم افضل نوشاہی نے نعت رسول مقبول ﷺ سے اس تقریب کا آغاز کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم رفیق نجم، محترم اشتیاق چوہدری ایڈووکیٹ، محترمہ راضیہ نوید اور محترمہ عائشہ شبیر نے سرانجام دیئے۔

مہمانانِ گرامی قدر

محترم شیخ زاہد فیاض نے جملہ شہداء کے ورثاء، لواحقین اور فیملیز کو بطور مہمان خصوصی پنڈال میں خوش آمدید کہا اور شرکاء تقریب نے کھڑے ہوکر ان کا والہانہ استقبال کیا۔ بعد ازاں شہداء کے ان ورثاء کو مرکزی سٹیج ہی کی طرح کے الگ خوبصورت و باوقار سٹیج کی زینت بنایا گیا۔

مرکزی سٹیج پر محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم شاہ محمود قریشی (PTI)، محترم راجہ ناصر عباس (مجلس وحدت المسلمین)، محترم امین شہیدی (MWM)، محترم میاں منظور احمد وٹو (PPP)، محترم لیاقت بلوچ (جماعت اسلامی)، محترم شیخ رشید احمد (عوامی مسلم لیگ)، محترم چوہدری محمد سرور (سابق گورنر پنجاب)، علامہ معصوم حسین (JUP) اور مختلف سیاسی و سماجی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے قائدین و جملہ طبقہ

ہائے زندگی کی نمایاں و سرکردہ شخصیات موجود تھیں۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی دختر محترمہ قرۃ العین فاطمہ، مسز حسین محی الدین محترمہ فضہ حسین قادری اور قائد انقلاب کی دو ہمشیرہ محترمہ نصرت جبین قادری اور محترمہ مسرت جبین قادری بھی اپنی فیملیز کے ہمراہ شہداء کے ورثاء اور لواحقین کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ہر قدم پر ان کے ساتھ ہونے کا عہد لے کر شہداء کی فیملیز کے ہمراہ تشریف فرما تھیں۔

تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے جملہ مرکزی، صوبائی اور ڈویژنل قائدین بھی مرکزی امیر تحریک محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، مرکزی صدر PAT محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی اور ناظم اعلیٰ تنظیمات محترم شیخ زاہد فیاض کے ہمراہ سٹیج کی زینت تھے۔

استقبالیہ کلمات

محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کلمات استقبالیہ پیش کرتے ہوئے جملہ مہمانان گرامی اور ورثاء شہداء کو مرکزی تقریب میں خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ 17 جون 2014ء کو اس جگہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کی بدترین ریاستی دہشت گردی کا مظاہرہ ہوا جس میں 14 لوگوں کو شہید اور 100 لوگوں کو زخمی کیا گیا۔ اس دن سے آج تک ہمارے کارکنوں کے ساتھ ریاستی دہشت گردی کا یہ مظاہرہ جاری ہے۔ آج تمام جماعتوں کا اس جگہ اکٹھے ہونا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اب ہم کسی صورت ریاستی دہشتگردی کو برداشت نہیں کریں گے اور اس کے خاتمہ کے لئے ہم سب ایک ہیں۔ ہم آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ شہداء کے خون کو معاف کیا اور نہ کریں گے۔ شہداء کے خون نے پاکستان کی تاریخ کا رخ بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہی قربانیوں سے مصطفوی، عوامی جمہوری انقلاب کا سویرا طلوع ہوگا۔ اس موقع پر ہم شہداء کے ورثاء کو بھی سلام محبت پیش کرتے ہیں کہ جنہیں حکمرانوں نے ڈرانے، دھمکانے اور خریدنے کی کوشش کی مگر وہ نہ جھکے، نہ بکے اور نہ ڈرے۔ جملہ شرکاء اور مہمانان گرامی نے کھڑے ہوکر ورثاء و لواحقین شہداء کی ہمت، استقامت اور صبر کو خراج تحسین پیش کیا۔

خطابات ورثاءِ شہداء

اس پروقار تقریب میں ورثاء و لواحقین شہداء میں سے بعض نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

☆ محترمہ تنزیلہ امجد شہیدہ کی بیٹی محترمہ بسمہ امجد نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 17 جون کو مرکز اور قائد انقلاب کے گھر پر حکومتی دہشتگردوں نے حملہ کیا۔ وہ دہشتگرد زبان سے گالیاں، بندوق سے گولیاں برسا کر انسانیت کا خون بہا رہے تھے۔ یہ وہ رات تھی جب میری ماما اور پھوپھو کو مجھ سے چھین لیا گیا اور آج تک انصاف کا سویرا طلوع نہیں ہوا۔ میری ماما اور پھوپھو کے قاتلو سن لو! تمہاری غلط فہمی ہے کہ تم ڈاکٹر طاہرالقادری کے کارکنوں کو خوف زدہ کردو گے یا خرید لو گے۔ آج تمہارے سامنے ایک اور تنزیلہ موجود ہے۔ ہم چھوٹے صحیح مگر مظلوموں کی خاطر ہمارا خون کا آخری قطرہ بھی حاضر ہے۔ ہماری رگوں میں شہداء کا خون ہے۔ میری ماما اور پھوپھو نے مظلوموں کی خاطر جان دے کر امن کا دیا جلایا، جس سے مزید دیے جلیں گے۔ تمہاری JIT نے تمہیں بری کردیا مگر اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، تم اس سے بچ نہیں سکتے، یہی خون تمہیں تختہ دار پر لٹکائے گا۔ آج میں اپنی ماما اور پھوپھو سے عہد کرتی ہوں کہ ظلم کے خلاف جدوجہد جاری رکھوں گی۔ اپنی ماما اور پھوپھو کے بعد اب کسی اور کی ماما کو ان ظالموں کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ میرا انصاف کے علمبرداروں سے سوال

ہے کہ کیا سپریم کورٹ کی دیواریں شہداء کے خون سے زیادہ مقدس ہیں کہ اب تک منصفوں کی طرف سے کوئی سوموٹو ایکشن نہیں لیا گیا۔ منصفِ اعلیٰ! میرے بہن بھائی انصاف کی تلاش میں ہیں۔

☆ محترم غلام رسول شہید کے بیٹے محترم اشفاق رسول نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ 17 جون کو 14 لوگوں کو شہید اور سینکڑوں کو زخمی کیا گیا۔ ہم اس ریاستی دہشتگردی اور گلوبٹوں کے ذریعے بدمعاشی کو مسترد کرتے ہیں۔ JiT کو معاشرے کے لوگوں نے جوتے کی نوک پر رکھا۔ پٹیالہ ہاؤس میں جو سکرپٹ تیار کیا گیا قوم نے اس کو ان کے ہی منہ پر دے مارا۔ ہمیں انصاف چاہئے جس میں ظالموں کو تختہ دار پر لٹکایا جائے۔ ہم شہیدوں کا خون ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ ’’دیت نہیں صرف قصاص‘‘

☆ محترم عاصم حسین شہید کے بھائی محترم محمد اویس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 17 جون 2014ء کو قتل و غارت اور ریاستی دہشت جبرو بربریت کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ انصاف کا ڈھنڈورا پیٹنے والو میرے بھائی کا انصاف کیوں نہ دے سکے۔ وہ وقت آئے گا جب ظالم اپنے انجام کو پہنچے گا۔ کب تک اپنے اقتدار کی اوٹ میں چھپتے پھرو گے۔ ہم نہ بکنے والے ہیں اور نہ جھکنے والے ہیں۔ ملک کی خاطر، اپنی بہنوں کی عزت و حرمت اور غریبوں کے حقوق کے لئے خون کا آخری قطرہ پیش کردیں گے۔ کیا مظلوموں کو گولیاں مارنا اور انصاف نہ دینا جمہوریت ہے۔ اس ملک میں جمہوریت اور انصاف نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ جو کہتے ہیں پیسے لے لو اور خون بیچ دو، وہ سن لیں! ہم طاہرالقادری کے کارکن ہیں تم ہمیں نہیں خرید سکے، طاہرالقادری کو کیا خریدو گے۔ لوگو! شعور کی آنکھ کھولو آج ہمارے لوگوں پر ظلم وستم ہورہا ہے تو کل آپ کی باری بھی ہوسکتی ہے۔

☆ محترم رضوان خان شہید کے والد محترم محمد خاں نے کہا کہ ہم یہاں انصاف کی تلاش کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ حکومت اپنے کارندوں کے ذریعے چھپ کر اور کبھی سامنے آکر دھمکیاں دیتی ہے۔ ہم پر دیت لینے پر دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ ہم قاتل اعلیٰ کو بتادینا چاہتے ہیں کہ ابھی میرے دو اور جوان بیٹے بھی ہیں میں ان دو بیٹوں کو بھی انصاف کے حصول کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تم نے مجھے 30 لاکھ کی آفر دی، میں تمہیں 60 لاکھ کی آفر دیتا ہوں، اپنا بیٹا میرے حوالے کرو تاکہ میں بھی اسے گولیاں مارسکوں۔ قرآن کا اصول ہے خون کا بدلہ خون ہے۔ ہمیں خون کا بدلہ خون چاہئے۔ تم خود کو آج نہیں تو کل قانون کے حوالے کرو گے۔ تم انصاف نہیں دے سکتے کیونکہ تمہارا مشن لاقانونیت ہے جبکہ ہمارا مشن امن، سلامتی، محبت اور جمہوریت ہے۔

☆ اس موقع پر محترم محمد افضل نوشاہی نے شہداء کے خراج عقیدت پر مبنی محترم سید الطاف حسین گیلانی کے تحریر کردہ درج ذیل تحریکی ترانہ کو پیش کرکے سماں باندھ دیا۔

میرے شہیدو نکھر گئے ہو۔۔ برنگ خوشبو بکھر گئے ہو ہمارے اشکوں سے غسل کرکے۔۔ نہ جانے تم کس نگر گئے ہو
لہو سے روشن چراغ کرکے۔۔ سفر یہ آسان کرگئے ہو بجھا سکے گا نہ یہ زمانہ۔۔ چراغ روشن جو کرگئے ہو

خطاباتِ مہمانانِ گرامی

اس تقریب میں موجود مہمانان گرامی نے اپنے اپنے انداز میں شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

☆ محترم شاہ محمود قریشی (سینئر وائس چیئرمین PTI) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمام شہداء کو جرأت اور جوانمردی سے حکومت کی درندگی کا سامنا کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ جو صبر آزما سال آپ نے گزارا، اس پر آفرین ہے۔ آپ کی جرأت اور صبر کو سلام پیش کرتا ہوں اور آپ سے اظہار یکجہتی کرتا ہوں۔ ایک سال پہلے ماڈل ٹاؤن

کے اس علاقے میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی وہ قوم کے سامنے ہے۔ پاکستان عوامی تحریک نے ایک سال مختلف انداز میں مختلف ذرائع سے، تحریر اور تقریر کے ذریعے، آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرکے اور مختلف فورمز پر اس سانحہ کے خلاف آواز بلند کی مگر آج تک انصاف نہ ملا۔ آج قوم پہچان چکی ہے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ میں آج مظلوموں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے آیا ہوں۔ جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کو دبا دیا گیا اور جھوٹی JiT سے اپنے آپ کو خود ہی بے گناہ قرار دلوا دیا گیا۔ جن کو آپ اس واقعہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں ان کو حکومت پنجاب باوقار سمجھتی ہے، جو آپ کے شہداء کے قاتل ٹھہرے وہ آج قانون کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ ایسے میں ایسی حکومت سے انصاف کی توقع نہیں۔ اگر اس سانحہ کا نوٹس لیا ہوتا تو میں اعتماد سے کہتا ہوں کہ فیصل آباد، ڈسکہ، اسلام آباد اور راولپنڈی میں پولیس گردی کے واقعات نہ ہوتے۔ لوگ پولیس کو محافظ سمجھتے ہیں، کیا محافظوں کا یہی رویہ ہوتا ہے؟ کیا اس کو جمہوریت کہتے ہیں؟ ہمیں مظلوم طبقے کو جگانا ہوگا، انہیں سر اٹھا کر جینے کا سبق دینا ہوگا، انہیں اپنے حقوق سے آگاہ کرنا ہوگا اور ان ظالموں سے بچانا ہوگا۔ اس جدوجہد میں ہم کل بھی اکٹھے تھے اور آج بھی اکٹھے ہیں۔ ہم شہداء کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔

☆ محترم شیخ رشید احمد (سربراہ عوامی مسلم لیگ) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج شہداء کے لواحقین کو سلام پیش کرتا ہوں۔ 17 جون کو نہتے بے بس لوگ سینے پر گولیاں کھاتے رہے مگر حکومتی ظلم کے آگے سر نہیں جھکایا۔ آپ نے حکومت سے معاوضہ بھی نہیں لیا اور ان کے پیسوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے قربانیوں کی لازوال داستان رقم کی ہے، آپ کو انصاف ضرور ملے گا۔ ان شہداء کی اگلی برسی سے قبل ان شاء اللہ انصاف مل جائے گا اور قاتل اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

☆ محترم راجہ ناصر عباس سربراہ مجلس وحدت المسلمین نے کہا کہ ان شہیدوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے ظلم کے نظام کے خاتمے اور ظلم کی سیاہ رات کے خاتمہ کے لئے اپنا خون پیش کیا۔ سینوں پر گولیاں مار کر ظالموں نے مظلوموں کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔ ظالم ہر رنگ کو مٹا سکتے ہیں مگر شہید کے سرخ لہو کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ بعثت انبیاء کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر عدل حاکم ہو۔ انبیاء کرام نے ظلم کے خاتمے کے لئے عدل کا جھنڈا لہرایا۔ اس زمین کے وارث مظلوم ہیں۔ ظالم حکمران مظلوموں کو قوم، صوبہ، مسلک اور مذہب کے نام پر تقسیم کرکے ان پر مسلط ہیں، ایسی صورت حال میں تمام مظلوموں کو اکٹھے ہونا ہوگا۔ حضرت علیؓ نے وقتِ شہادت اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ ''ظالموں کے دشمن بن کر رہنا اور مظلوموں کے معاون بن کر زندگی گزارنا''۔ یہ تحریک مظلوموں کے حقوق کی جنگ ہے، دنیا کا کوئی فرعون اس کو نہیں روک سکتا۔ یہ ظالم حکمران ظلم وستم سے ملک کے اقتدار پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔ کیا یزید نے کربلا والوں پر ظلم وستم سے اپنے اقتدار کو بچالیا تھا؟ حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس قتل و غارت سے مظلوموں کو کمزور کر دیا ہے تو وہ خواب غفلت میں ہیں۔ شہداء کا خون اپنا رستہ خود بناتا ہے، وہ ظالموں کے ایوان تک جا پہنچے گا۔ ہم نے ثابت قدم رہنا ہے، اکٹھا رہنا ہے اور اللہ کے توکل اور صبر و حوصلہ سے ہر مشکل کا سامنا کرنا ہے۔ ہم نے مظلوموں کا ساتھ دینے کا عہد کیا ہے، ہم نہ ڈریں گے اور نہ جھکیں گے۔ ہم ان کے ماننے والے ہیں جو کم تھے مگر یزید کے سامنے نہیں جھکے۔ ہم ان کے راستے پر ہیں جو سر جھکانا نہیں بلکہ سر کٹانا جانتے ہیں۔

☆ اس موقع پر شاعر انقلاب انوارالمصطفی ہمدمی نے شہداء کی قربانیوں کو منظوم خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ

ے گریبان چاک ہونا ہے تمہارا ظالموں اک دن — یہ اکھڑا سانس پھر تم کو لہو پینے نہیں دے گا
وہ 17 جون کا قصہ وہ بہتے خون کا قصہ — ہمیں مرنے نہیں دے گا تمہیں جینے نہ دے گا
ے عزم و وفا کی راہ کے اجالو! تمہیں سلام! — کہتی ہے میری نگاہ شہیدو! تمہیں سلام!

☆ محترم میاں منظور احمد وٹو (صدر PPP پنجاب) نے کہا کہ ہم شہداء کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ شروع دن سے ہم آپ کے ساتھ شریکِ غم رہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن پر آپ کو انصاف نہیں ملا، یہ ظلم ہے۔ انصاف کے حصول تک ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور آواز بلند کرتے رہیں گے۔ حکمرانوں نے خود جوڈیشل کمیشن بنایا اور اس کی رپورٹ کو آج تک چھپا کر بیٹھے ہیں جبکہ ایک جعلی JiT بنا کر پوری دنیا کے آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ جج صاحبان جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کو منظر عام پر لانے کے لئے سوموٹو کیوں نہیں لے رہے۔ وہ سوموٹو کے ذریعے کمیشن کی رپورٹ عام کرائیں اور شہداء کو انصاف دلائیں۔ حکمران یہ کہتے ہیں کہ پولیس نے یہ سب اپنے طور پر کیا، میں اڑھائی سال پنجاب کا وزیراعلیٰ رہا اور میرے پاس صرف 18 ممبران تھے، پھر بھی پولیس والے اس طرح گولی نہیں چلا سکتے تھے۔ آج وزیراعلیٰ کے پاس دو تہائی اکثریت ہے، اس کے حکم کے بغیر یہ سانحہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ کس طرح کہتے ہیں وہ بے قصور ہیں۔ جس معاشرے میں انصاف نہیں ملتا، وہ معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں۔ ظلم زیادہ دیر نہیں چلتا، بالآخر مٹ جاتا ہے۔ شہداء کے لواحقین خراج تحسین کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنے پیاروں کے خون کا سودا نہیں کیا اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ آپ کو انصاف مل کر رہے گا، دنیا کی کوئی طاقت آپ کو انصاف سے دور نہیں کر سکتی۔

☆ سابق گورنر پنجاب محترم چوہدری محمد سرور نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی اسلام، انسانیت اور یورپ میں نوجوان نسل کو اسلام سکھانے کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ میں نے پوری دنیا میں اس جماعت کو دیکھا ہے، یہ پرامن جماعت ہے، تشدد والی نہیں۔ اگر کوئی ان پر یہ الزام لگاتا ہے تو میں نے جو کچھ 30 سال یورپ میں ان کے حوالے سے دیکھا، اس کی روشنی میں اس الزام کو یکسر رد کرتا ہوں۔ آج سے ایک سال پہلے یہاں ظلم و بربریت کی وہ داستان لکھی گئی جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ہم شہداء کو انصاف ملنے تک ان کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے کسی کے عزیز کے ساتھ ظلم ہو اور پھر انصاف بھی نہ ملے تو ہم پر کیا بیتے گی۔ نہ جانے شہداء کے ورثا کس کرب میں ہیں کہ ان کو ابھی تک انصاف نہیں ملا۔ میں PTI کے پلیٹ فارم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک سانحہ ماڈل ٹاؤن پر انصاف نہیں ملے گا، ہم PAT کے ساتھ ہیں۔ ہمارے حکمران پولیس کے ذریعے اپنے اقتدار کو طول دیتے ہیں، ان کے ذریعے جس پر چاہیں ظلم کرتے ہیں، ان کو سزا ضرور ملے گی۔ ہمیں مل کر ظلم کے نظام کو بدلنا ہوگا اور متحد ہو کر اس ظالمانہ نظام کی زنجیروں کو توڑنا ہے۔

☆ محترم صاحبزادہ حامد رضا (سربراہ سنی اتحاد کونسل) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس ملک میں قاتل کو سزا نہیں ملتی بلکہ جس نے قتل و غارت گری کی، اس کو اتنی ہی بلندی ملی۔ آرمی عدالتیں بنائی گئی ہیں، ان عدالتوں میں سب سے بڑا ٹرائل شہباز شریف کا ہونا چاہئے جو سب سے بڑا ٹارگٹ کلر ہے۔ قتل عام کروانے کے باوجود بغیر کسی فیصلہ کے رانا ثناء اللہ کو دوبارہ وزارت مل گئی۔ عدلیہ سے گزارش ہے کہ اس قتل عام پر آپ کب تک خاموش رہیں گے۔ افسوس! پاکستان میں انصاف ملتا نہیں بلکہ بکتا ہے۔ شہداء کے ورثاء کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو صبر و استقامت سے ظلم کے خلاف آج بھی ڈٹے ہوئے ہیں۔ پاکستان کو حقیقی آزادی دلوانے کے لئے قربانیاں دینے والوں کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ ہم پہلے بھی آپ کے ساتھ تھے اور آئندہ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

☆ اس پروقار تقریب کے آخر میں محترم عامر فرید کوریجہ نے شہداء کو خراجِ عقیدت، ورثاء کو خراج تحسین اور مہمانان گرامی و شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو خطاب کی دعوت دی۔

خطاب قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سانحہ ماڈل ٹاؤن (17 جون)، یوم شہداء (10 اگست) اور انقلاب مارچ اسلام آباد (30، 31 اگست) کے شہداء کی قربانیوں کو سلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ اس ملک کو بہتر بنانے کے لئے نکلے اور اپنے خون سے نئی تاریخ رقم کی۔ تمام لواحقین کو یقین دلاتا ہوں کہ شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہ عام خون نہیں ہے بلکہ شہادت کا خون ہے جو منزل مقصود تک پہنچ کر رہتا ہے۔ 17 جون 2014ء کو شہیدوں کے قاتلوں اور ان کے معاونین کو بتادینا چاہتا ہوں کہ آپ میں اور ہم میں فرق ہے۔ آپ ان لوگوں کے پیروکار ہیں جنہوں نے شہدائے کربلا کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ہم ان کے پیروکار ہیں جن کے سر کٹ کر خنجر پر بھی تلاوت کرتے رہے۔ ہمیں اپنی منزل پر یقین اور اپنے کام پر فخر ہے۔ شکست اُسے ہوا ہوتی ہے جسے کامیابی کا یقین نہ ہو۔ جس کا یقین متزلزل ہو وہ تخت کے لئے سودا کرتے ہیں اور جن کا دین، غیرت، حمیت، یقین اور کردار نہیں بکتا ان کے جسم کے ٹکڑے بھی ہوجائیں تو پھر بھی وہ فتح یاب ہوتے ہیں۔ ان حکمرانوں نے ظلم کی اندھیری رات میں پاکستان کو دھکیل رکھا ہے۔ یاد رکھو! کوئی رات ایسی نہیں آتی جس کو صبح نہ آئی ہو۔ ہماری جدوجہد سے صبح ضرور طلوع ہوگی۔ ہم فجر کے اجالے کے دوست ہیں اور حکمران اندھیرے کے دوست ہیں۔ ہم انصاف کے لئے ظلم کے خلاف آخری دم تک لڑیں گے۔ ہم ظلم کے سامنے نہ جھکے، نہ جھکیں گے اور نہ جھک سکتے ہیں۔

شہیدوں کے خاندان کو ایک سال گزرنے کے باوجود خریدا نہیں جاسکا۔ حکمران پیسوں اور فرعونیت سے شہیدوں کے خون کا ایک قطرہ تک نہیں خرید سکے۔ حکمرانوں کو اپنی فرعونیت پر ناز ہے جبکہ ہمیں اپنی فقیری اور کردار پر ناز ہے۔ میری جماعت کے لوگ کوئی کروڑ پتی نہ تھے۔ تم ان کو خریدنے کے لئے گئے، جن کے پاس وسائل نہ تھے پھر بھی کسی کو نہ خرید سکے، اس لئے کہ ان کے پاس ایمان وکردار کی دولت ہے۔ حکمران یہ تاثر دیتے ہو کہ ہم نے ڈیلنگ کی ہے۔ سن لو! ہم اس طرح کی کسی بھی قسم کی ڈیلنگ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہمارے کارکنوں کے پاس ایمان، آقا ﷺ کے عشق، صحابہ و اہل بیتؓ کے کردار کی پیروی کی دولت، اخلاص، جرات، شجاعت اور درد دل کی دولت ہے، یہ تمہارے جیسے کروڑوں سے بھی زیادہ غنی ہیں۔

حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ یہاں قتل و غارت کرنے نہیں بلکہ بیئرزز ہٹانے آئی تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں کوئی بتادے کہ کیا کہیں کبھی بھی بیئرزز ہٹانے کے لئے 18 تھانوں کی پولیس گئی ہے؟ یہ بیئرزز خود ماڈل ٹاؤن پولیس نے 4 سال پہلے لگوائے۔ سوال یہ ہے کہ حفاظت کے لئے لگائے گئے یہ بیئرز پولیس کس کے حکم پر ہٹانے آئی تھی؟ سانحہ ماڈل ٹاؤن کسی بیئرز کو ہٹانے کے موقع پر حادثاتی طور پر نہیں ہوا بلکہ یہ ایک منظّم منصوبہ تھا۔ مظلوموں کی آواز دبانے کی سازش تھی، جس میں پر وہ ناکام ہوگئے۔ نہ وہ آواز دبی اور نہ وہ تحریک ختم ہوئی۔

سوال کیا جاتا ہے کہ JiT میں PAT کے لوگ شامل کیوں نہیں ہوتے؟ کیا کبھی دنیا میں قاتل کی بنائی گئی JIT میں مقتول شامل ہوتے ہیں۔ یہ قاتلوں کی بنائی گئی JiT ہے۔ ہم نواز شریف اور شہباز شریف کو قاتل سمجھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے دور حکومت میں انصاف نہیں ملے گا مگر ایک وقت آئے گا جب انصاف ملے گا اور یہ پھانسی کے تختہ پر چڑھیں گے۔ یہ لوگ خود ڈیلنگ کی پیداوار ہیں۔ 1999ء میں ڈیل کے نتیجے میں ہی 10 سال کے لئے ملک سے باہر گئے تھے، اس لئے ہم پر اس طرح کے الزام لگاتے رہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ JiT بنانے کے لئے ان کا معاہدہ ہوا تھا کہ JiT کا سربراہ پنجاب کو چھوڑ کر کسی اور صوبہ کا ہوگا۔ پنجاب پولیس ہمارے کارکنوں کی قاتل ہے میڈیا نے جس کی درندگی 14 گھنٹے تک پوری دنیا میں دکھائی، لہذا ہم قاتل پولیس کی سربراہی میں بنائی گئی JiT کو کس طرح مان لیں۔ سوال یہ ہے کہ پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں سے JiT کیوں نہیں بناتے؟ انہیں کس چیز کا خوف ہے؟ ہم انصاف کے حصول کے لئے جنگ جاری رکھیں گے، انصاف ان شاء اللہ اپنے وقت پر ملے گا۔ ہم حوصلہ ہارنے کو کفر سمجھتے ہیں۔

میرا سوال ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن سے ایک دن پہلے پنجاب کے IG کو کیوں تبدیل کیا گیا؟

میرا سوال ہے کہ جوڈیشل کمیشن ہم نے نہیں بنایا تھا پھر شہباز شریف اس کی رپورٹ کو شائع کیوں نہیں کرتے؟ اس رپورٹ نے ان پر ذمہ داری ڈال دی لیکن یہ ابھی تک اپنے عہدے پر بیٹھے ہیں۔ اگر ان کا ضمیر ملامت کرتا تو یہ عہدے سے استعفیٰ دے دیتے۔ انہوں نے تو اپنے وکیل کے ذریعے جوڈیشل کمیشن کی تشکیل کو چیلنج کروا رکھا ہے تاکہ اس کی تشکیل اور فیصلہ کو ہی غیر قانونی قرار دلوادیں۔ اگر نواز شریف اور شہباز شریف بے گناہ ہیں تو اس رپورٹ کو شائع کرنے میں ان کو کیا ڈر ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہائی کورٹ کے جج کی رپورٹ کو شائع نہیں کرتے اور اس سے نچلے درجے کے اپنے ملازموں کی بنائی ہوئی رپورٹ کو مان رہے ہیں۔

میرا سوال ہے کہ 16 / 17 جون کو پولیس کس کے کنٹرول میں تھی؟ شہباز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ بھی ہیں اور وزیر داخلہ بھی ہیں۔ اگر اس سانحہ کی ذمہ داری ان کی JiT کے مطابق پولیس ہے تو پولیس کے ہیڈ تو بطور وزیر داخلہ بھی شہباز شریف ہی ہیں۔ پولیس براہ راست ان کے کنٹرول میں ہے لہذا اس واقعہ کی ذمہ داری بھی ان پر ہی عائد ہوتی ہے۔

میرا سوال ہے کہ اگر پنجاب حکومت بے گناہ ہے تو غیر جانبدار JiT کیوں نہیں بناتے؟ ان کو معلوم ہے کہ اگر غیر جانبدار JiT بنی تو قتل کا کھرا ان کے گھر تک جائے گا۔ ان کو انصاف کے لئے نہیں بلکہ انصاف کے قتل کے لئے کمیشن چاہیئے۔ دنیا کے کسی حصے میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ قاتل انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہوں۔ لہذا قاتلوں کی بنائی ہوئی JiT میں ہم کیسے شامل ہوسکتے ہیں۔ یہ JIT مظلوموں کو انصاف دینے کے لئے نہیں بلکہ قاتلوں کو تحفظ دینے کے لئے ہے۔

میرا سوال ہے کہ DiG آپریشن رانا عبدالجبار کے خلاف کیا کاروائی ہوئی؟ اگر پولیس افسران اس سانحہ میں ملوث ہیں تو ان کو سزا کیوں نہیں دی گئی؟ وہ تو اب بھی نوکری پر بحال ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کو شہید کیا گیا، قاتل نظر نہیں آیا۔۔۔ کراچی میں ہلاکتیں ہوتی ہیں وہاں قاتل کا پتہ نہیں چلتا۔۔۔ جبکہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا واقعہ تو جداگانہ ہے۔ میڈیا 14 گھنٹے پولیس کو گولیاں چلاتے ہوئے دکھارہا ہے، ان کے چہرے سب کے سامنے ہیں۔ قاتل سامنے ہیں صرف منصوبہ ساز چھپے ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو سامنے آگئے ان میں سے کتنے جیلوں میں ہیں؟ غیرت اور حیا نام کی کوئی شے ان حکمرانوں کے اندر نہیں ہے۔ ان حکمرانوں کے ساتھ بے ضمیر ہوجانے والے اور قتل کرنے والوں کا بھی یہی انجام ہوگا۔ جہاں یہ حکمران جائیں گے وہ بھی وہیں جائیں گے۔

یہ کہتے ہیں JiT کا سربراہ کوئٹہ سے لیا ہوا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عبدالرزاق چیمہ بلوچستان کے ہے ہی نہیں بلکہ وہ تو پنجاب سے ہیں۔ وہاں Depotation پر گئے ہیں۔ ساری زندگی انہوں نے پنجاب میں نوکری کی۔ وہ ہمیشہ پنجاب کے افسر رہے، ان کو پینشن بھی پنجاب سے ملتی ہے تو وہ کوئٹہ سے کیسے ہوگئے؟ یہ حکمران لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ JiT کے سربراہ کا تعلق کوئٹہ سے ہے۔

میرا سوال ہے کہ اگر آپ کا اس سانحہ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر ایک بیریئر کے لئے اتنے لوگوں کو کیوں شہید کیا اور خود اگست میں پورے پنجاب کو کنٹینر لگوا کر بند کیوں کروادیا۔

میرا سوال ہے کہ ماڈل ٹاؤن آپریشن کے فیصلہ کی میٹنگ میں توقیر شاہ کیوں شریک تھے حالانکہ وہ تو کسی محکمہ کے نمائندہ نہیں بلکہ وزیر اعلیٰ کے پرنسپل سیکرٹری ہیں جو وزیر اعلیٰ کی ہدایات پر ہی شریک ہوتے اور ان کو ہر رپورٹ دیتے ہیں۔ اس میٹنگ میں توقیر شاہ کی موجودگی کے باوجود وزیر اعلیٰ بے خبر کیسے ہوسکتے ہیں! مزید یہ کہ اس میٹنگ میں وفاقی حکومت کے افسران کیوں شریک ہوئے؟ جو کہ نواز شریف کے زیر نگرانی ہیں اور ان کو رپورٹ دینے کے پابند ہیں، ان کی

موجودگی میں نواز شریف اس واقعہ سے کس طرح بے خبر ہوسکتے ہیں۔۔۔!

میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ قاتل نہیں تو پھر قاتل کون ہے؟ کوئی تو قاتل ہے اگر پولیس کے افسران قاتل ہیں تو پھر بھی قاتل آپ ہی ہیں کیونکہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے۔

میرا سوال ہے کہ رانا ثناء اللہ کو وزیر قانون اور توقیر شاہ کو سوئٹرز لینڈ میں سفیر کیوں بنایا گیا؟ اس لئے کہ شہباز شریف کو خطرہ ہے کہ کہیں وہ وعدہ معاف گواہ نہ بن جائیں کیونکہ وہ ان کے تمام کرتوتوں کو جانتے ہیں۔ ہمارے کارکنوں کے قاتل شہباز شریف اور نواز شریف ہیں۔ سن لو! عمر بھر تم نے حکمران نہیں رہنا۔

تم سے پہلے بھی اک شخص یہاں تخت نشین تھا اس کو بھی اپنے خدا ہونے پر اتنا ہی یقین تھا

اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ہم واقعہ کربلا کے شہداء کی فتح کا یقین رکھنے والے ہیں۔ آپ کو دولت اور اقتدار پر یقین ہے ہمیں رب العزت کی قدرت پر یقین ہے۔

پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان کا ولولہ زندہ ہے اور انصاف کے حصول تک ہم پرامن احتجاج کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ یاد رکھ لیں کہ جو باطل کے ساتھ کسی بھی سطح پر سمجھوتہ نہیں کرتے وہ کبھی شکست نہیں کھاسکتے۔ ہم حق کے لئے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ ظالمو! تمہاری ظلم کی رات کا خاتمہ ہونے والا ہے اور ہماری صبح کا آغاز ہونے والا ہے''۔

محترم قارئین! پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان آج تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کررہے ہیں۔ 1200 سے زائد کارکنوں پر قائم 42 مقدمات کی شفاف تحقیقات ابھی تک ممکن نہیں ہوسکیں۔ PAT کی طرف سے ان کیلئے غیر جانبدار جے آئی ٹی تشکیل دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ ہمارے بے گناہ کارکنوں کو آج بھی پولیس کی معیت میں درج کئے گئے جھوٹے مقدمات کے تحت ہراساں کیا جارہا ہے۔ یہ تمام مقدمات 23 جون 2014ء سے لے کر ستمبر 2014ء کے درمیان راولپنڈی، کھکھڑ، کامونکی، گوجرہ، بھکر، سرگودھا، واہ کینٹ، چکراں میانوالی، خوشاب، اوکاڑہ، دیپالپور، چنیوٹ، خانیوال، بہاولپور، شورکوٹ، بھیرہ انٹرچینج کے مختلف تھانوں میں درج کئے گئے۔ 90 فیصد سے زائد مقدمات میں پولیس نے گھروں میں سوئے ہوئے کارکنوں پر ریڈ کر کے انہیں گرفتار کیا، سامان لوٹا، خواتین سے بدتمیزی کی اور الٹا ان ہی کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کرلئے گئے۔ پرامن کارکنوں کو راستوں میں گرفتار کر کے مقدمات درج کئے گئے۔ پنجاب حکومت نے پنجاب پولیس کے ذریعے انتقامی رویے کی بدترین مثال قائم کی ہے۔ تاہم ان تمام مظالم کے باوجود تحریک اپنے موقف پر استقامت کے ساتھ آج بھی قائم ہے اور کارکنان تحریک قائد انقلاب کے سنگ اس جدوجہد کو ان شاء اللہ کامیابی سے ہمکنار کریں گے۔

انقلاب مارچ کے زخمی سیف اللہ چٹھہ (رہنما PAT گوجرانوالہ) کا انتقال

گذشتہ ماہ 23 مئی 2015ء کو پاکستان عوامی تحریک گوجرانوالہ کے رہنما اور انقلاب مارچ کے زخمی سیف اللہ چٹھہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سیف اللہ چٹھہ کو گوجرانوالہ پولیس نے 8 اگست کے دن یوم شہداء کی تقریب میں شرکت کیلئے لاہور آتے ہوئے بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے وہ عرصہ دراز سے زیر علاج تھے۔ وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔ صدر PAT محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے ان کی نماز جنازہ میں خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سیف اللہ چٹھہ ایک محبّ وطن، جمہوریت پسند اور ظلم کے نظام کے خلاف جدوجہد کرنے والا ایک جرات مند رہنما تھے۔ کارکنوں کے جسموں پر آنے والے زخم ہماری روحوں پر لگے ہیں، جنہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ شہداء اور زخمیوں سے یہ وعدہ ہے کہ ایک ایک ظلم کا حساب لیں گے۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور جملہ مرکزی قائدین نے سیف اللہ چٹھہ کے انتقال پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔

خصوصی ہدایات برائے معتکفین شہر اعتکاف 2015ء

بحمداللہ تعالیٰ اس سال بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی سنگت میں جامع المنہاج بغداد ٹاؤن ، ٹاؤن شپ لاہور میں شہر اعتکاف آباد ہو رہا ہے۔ جسے حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اعتکاف ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور یہ اعتکاف تحریک منہاج القرآن کی پہچان ہے۔ وہ ہزارہا خوش نصیب معتکفین جو امسال اس سعادت سے فیض یاب ہوں گے ان کیلئے مرکز کی جانب سے خصوصی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ جملہ معتکفین پر ان ہدایات کی پابندی لازمی ہوگی۔ نیز تنظیمات جن معتکفین کو لے کر آئیں گی اُن سے ان ہدایات پر عمل درآمد کروانا لازم ہو گا۔ جملہ تنظیمات، رفقاء و کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اعتکاف 2015ء کے حوالے سے احکامات فرمائے ہیں کہ اعتکاف 2015ء میں پاکستان بھر سے تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک و جملہ فورمز کے مرکزی، زونل، ڈویژنل، ضلعی تحصیلی و یوسی سطح کے تمام عہدیداران ، شرکاء دھرنا اور متحرک کارکنان کی شرکت لازمی ہوگی۔

1۔ اعتکاف گاہ میں آنے سے پہلے کرنے والے کام

۱۔ اعتکاف کی بکنگ کیلئے مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔

۲۔ اعتکاف رجسٹریشن فیس 1800 روپے ہے۔

۳۔ 10 جون سے 30 جون تک ایڈوانس بکنگ کی جائے گی۔ ۴۔ اپنے ہمراہ ضروری سامان لے کر آئیں۔

۵۔ CDs، کتب، کیسٹ کی خریداری کیلئے رقم ضرور ساتھ لائیں مگر رقم اعتکاف گاہ میں موجود بینک میں جمع کروائیں۔

۶۔ اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ اور مکمل ریکارڈ ساتھ رکھیں۔ ۷۔ خواتین چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لائیں۔

۸۔ امیر حلقہ کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی صلاحیت کے حامل افراد کو تیار کر کے لائیں۔

۹۔ مقامی تنظیم کے ذریعے قبل از وقت مرکز کو اطلاع کریں تاکہ انتظامات بہتر ہوسکیں۔

۱۰۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اصل قومی شناختی کارڈ ہمراہ لائیں، فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔

۱۱۔ جملہ معتکفین اپنے کوپن کے ساتھ اپنی پاسپورٹ سائز تصویر attach کریں گے۔

2۔ اعتکاف گاہ میں آتے وقت

۱۔ بروقت آمد (ہجوم اور پریشانی سے بچنے کیلئے 20 رمضان المبارک کی صبح ہی تشریف لے آئیں)

۲۔ سکیورٹی اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔ ۳۔ ہر شخص اپنی اور اپنے سامان کی خود چیکنگ کروائے۔

۴۔ اعتکاف گاہ میں داخلہ ٹوکن کے بغیر نہ ہوگا لہٰذا ایڈوانس بکنگ والے احباب اپنا ٹوکن ہمراہ لائیں۔

۵۔ موبائل فون اور قیمتی اشیاء بنک میں جمع کروا کر رسید حاصل کریں۔

۶۔ موبائل لانے سے اجتناب کریں، ضروری رابطہ کے لئے PCO کی سہولت دستیاب ہوگی۔

۷۔ شہر اعتکاف میں موبائل فون کے استعمال سے معتکفین ڈسٹرب ہوتے ہیں جس سے یکسوئی متاثر ہوتی ہے نیز

موبائل فون گم ہونے کی صورت میں انتظامیہ ذمہ دار نہیں ہوگی۔

نوٹ: آپ انتظامیہ سے ہرممکن تعاون فرمائیں تاکہ انتظامیہ آپ کو بہتر سے بہتر سہولیات فراہم کرسکے۔

3۔ دوران اعتکاف: ا۔ معتکفین پر انتظامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون لازم ہوگا۔

۲۔ آرام کے وقت آرام ضرور کریں تاکہ اگلے دن Fresh ہوکر معمولات سرانجام دے سکیں۔

۳۔ دیگر معتکفین بالخصوص بزرگوں کا خیال رکھیں اور اعتکاف گاہ میں موجود سہولیات کیلئے بزرگوں کو ترجیح دیں۔

۴۔ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور قرب الٰہی بغیر مشکلات اور صبر کے ممکن نہیں، اس لیے دس روز پیش آنے والی مشکلات کو صبر وتحمل سے برداشت کریں۔ کیونکہ روزے سے برداشت اور صبر کا سبق ملتا ہے۔

۵۔ کسی بھی قسم کی پریشانی کی صورت میں شور شرابہ کرنے اور ماحول کو خراب کرنے کی بجائے انتظامیہ سے رابطہ کریں۔

۶۔ قرآن وحدیث کی روشنی بکھیرتا ہوا قائد محترم کا خطاب ہی حاصل اعتکاف ہے اس کو کسی قیمت پر Miss نہ کریں۔

۷۔ اعتکاف ایک ایسی سنت ہے جس میں اس کی روح کو مدنظر رکھنا لازمی امر ہے۔ لہذا اعتکاف میں تفریح کیلئے نہ آئیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول اور گناہوں سے توبہ کیلئے اعتکاف کریں اور اسکے جملہ تقاضے پورے کریں۔

۸۔ ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں نیز عملی طور پر باہمی مدد، خدمت وقربانی کا جذبہ لے کر اعتکاف میں آئیں۔

۹۔ جن احباب کے ساتھ خواتین بھی آئیں وہ احباب، خواتین اعتکاف گاہ میں ملنے کیلئے جانے یا فون کرنے سے اجتناب کریں۔

۱۰۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کوڑا کرکٹ وضو خانہ اور باتھ روم کی جگہ نہ پھینکیں بلکہ کوڑے والے ڈرم میں پھینکیں۔

۱۱۔ کسی بھی مسئلہ کی صورت میں کنٹرول روم میں متعلقہ ذمہ داران سے رابطہ کریں۔

۱۲۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اپنے اردگرد کے ماحول اور افراد پر کڑی نظر رکھیں۔ کسی بھی مشکوک فرد یا لاوارث سامان/ شاپنگ بیگ، تھیلا وغیرہ دیکھنے کی صورت میں فوری انتظامیہ کو اطلاع کریں۔

۱۳۔ اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔

۱۴۔ انتظامیہ کی طرف سے جاری فیڈ بیک پروفارمہ اور کوائف فارم ضرور پر کریں۔

۱۵۔ دوسروں کیلئے آسانیاں پیدا کریں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے گردونواح کے معتکفین کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔

۱۶۔ آپ اپنی زکوٰۃ وعطیات اور فطرانہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے کیمپ پر جمع کرواسکتے ہیں۔

4۔ واپسی: ا۔ واپسی کیلئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست بروقت کریں اور منتظمین کو اپنی ڈیمانڈ 26 رمضان المبارک تک فراہم کردیں۔

۲۔ اپنا مکمل سامان ساتھ لے کر جائیں (شیخ الاسلام کے خطابات کی CDs، کتب اور کیسٹس زیادہ سے زیادہ اپنے ہمراہ لے کر جائیں)

۳۔ اپنے حلقے کی صفائی ضرور کرکے جائیں کیوں کہ عید کے فوراً بعد سکول کے ننھے منے طلباء نے تعلیم کیلئے یہاں آنا ہے۔

مرکزی کمیٹی شہر اعتکاف 2015ء: محترم شیخ زاہد فیاض (سربراہ) 0300-8412155

محترم خرم نواز گنڈا پور (نگران) 0301-5140075

محترم محمد جواد حامد (ناظم اجتماعات وسیکرٹری اعتکاف) 0313/0333-4244365, 042-35163843

17 جون یوم شہداء (مرکزی تقریب)

سٹیج پر تشریف فرما مہمانانِ گرامی

سٹیج پر تشریف فرما ورثاء ولواحقینِ شہداء

معزز مہمانانِ گرامی اور ورثاءِ شہداء اظہار خیال کرتے ہوئے

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
Regd CPL No.41